ماہنامہ

انوارِ مدینہ

شمارہ : ۳	صفر المظفر ۱۴۲۶ھ ۔ مارچ ۲۰۰۵ء	جلد : ۱۳

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلیٰ	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے .... سالانہ ۱۵۰ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی .... سالانہ ۵۰ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ۶ امریکی ڈالر

امریکہ، افریقہ .... سالانہ ۱۶ ڈالر

برطانیہ .... سالانہ ۲۰ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : 092 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : 092 - 42 - 5330310

فون/فیکس : 092 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : 092 - 42 - 7726702

موبائل : 092- 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرف آغاز		۳
درس حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۵
ماہِ صفر کے احکام اور جاہلانہ خیالات	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۱۰
فاعتبرو یٰاولی الابصار	حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب	۳۲
اسلام کے اعلیٰ اوصاف	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۴۰
حدیثِ نظر	حضرت احسان دانشؒ	۵۳
قادیانیوں کو دعوتِ اسلام	جناب عتیق الرحمٰن صاحب	۵۴
اہم اعلان		۵۸
دینی مسائل		۶۰

O اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ.......................
سے آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ
...................روپے ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم امابعد !

گزشتہ ماہ فروری میں پاکستان کے فوجی حکمران جناب صدر پرویز مشرف صاحب دینی شعائر، دینی مدارس اور دینی تعلیمات کے خلاف مختلف مواقع پر بہت سے بیانات دے چکے ہیں۔مثال کے طور پر ڈارھی کا وہ مذاق اُڑا چکے ہیں، دینی مدارس کے نصابِ تعلیم پر بھی کئی بار تنقید کر چکے ہیں،لڑکیوں کے سرعام نیکر پہننے پر تنقید کرنے والوں پر بھی وہ آوازہ کس چکے ہیں اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ان کی دیکھا دیکھی ان کے درباری بھی کچھ نا کچھ کہتے رہتے ہیں۔اس قسم کے بیانات عام طور پر مختلف سیمیناروں اور کانفرنسوں کے موقع پر دیئے گئے ہیں اور اِن پروگراموں میں پاکستان کے بڑے بڑے صنعت کار، تاجر حضرات ، جاگیردار اور بڑے بڑے سیاستدان موجود ہوتے ہیں مگر کسی میں اتنی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ دینِ محمدی کے مذاق اُڑانے پر احتجاج کرے یا کم از کم بطورِ احتجاج وہاں سے خاموشی سے اُٹھ کر چلا آئے۔سامعین کی اس بے حسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ خود اُن کے دلوں میں اپنے کو مسلمان کہلانے کے باوجود وہ ایمانی حرارت موجود نہیں ہے جو ایک کم تر درجہ کے مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :

''تم میں کوئی شخص بری بات ہوتے ہوئے دیکھے تو اُس کو چاہیے کہ ہاتھ سے روک دے اور اگر ہاتھ سے نہیں روک سکتا تو زبان سے روک دے پس اگر زبان سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے تو اُس کو برا جانے اور یہ سب سے کم درجہ کا ایمان ہے'' (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۶ ج ۲)۔

حدیث شریف کے مطابق سب سے کم درجہ دل سے برا جاننا ہے مگر یہاں صورت حال ایسی ہے کہ جب کوئی حکمران دین کی کسی بات پر اعتراض کر رہا ہوتا ہے تو سامعین خود اُس وقت اُس غلط کام میں مبتلا ہوتے ہیں مثال کے طور پر جب وہ ڈاڑھی کا مذاق اُڑا رہا ہوتا ہے تو سامعین میں سے اکثریت نے ڈاڑھی منڈوائی ہوتی ہے۔ جب وہ بے لباسی کو اچھا کہہ رہا ہوتا ہے تو سامعین میں سے اکثریت اِسی قسم کے عمل اور ذہنیت کی حامل ہوتی ہے۔ جب حکمران رعیت کی اس بے راہ روی کو دیکھتے ہیں تو اُن کو جرأت ہوتی ہے کہ وہ جو منہ میں آئے کہہ دیں۔ مشہور کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی تمہارے حکمران ہوں گے۔ اور عوام الناس کے اعمالِ بد کسی سے ڈھکے چھپے نہیں، اِسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم پر بد عمل حکمران مسلط کردیئے گئے ہیں، جب تک عوام الناس اپنی بدعملیوں سے باز نہیں آئیں گے ہم پر خدائی عذاب کی صورت میں ایسے ہی حکمران مسلط رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ عوام الناس کو اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کی عملی توفیق عطاء فرمائے تاکہ ظالم حکمرانوں کے جبر سے مخلوقِ خدا کو نجات نصیب ہو۔ آمین۔

مولای صل وسلم دائما ابدا   درسِ حدیث   علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہ حامد یہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

کیسٹ نمبر ۴۵ سائیڈ بی (۸۵-۵-۱۲)

عشرہ مبشرہؓ کے علاوہ اور صحابہ کرامؓ کو بھی جنت کی بشارت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام ، قُبَّۃُ الاسلام کوفہ

وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ لَمَّا حَضَرَہُ الْمَوتُ قَالَ اِلْتَمِسُوا الْعِلمَ عِنْدَ اَربَعۃٍ عِنْدَ عُوَیْمِرٍ اَبِی الدَّرْدَاءِ وعند سَلمانَ وعند اِبْنِ مسعُودٍ وعند عَبدِاللّٰہِ بنِ سَلامٍ اَلَّذِیْ کَانَ یَھُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّہٗ عَاشِرُ عَشْرَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ . رواہ الترمذی (مشکٰوۃ شریف ص ۵۷۹ ج ۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اپنے شاگردوں کو نصیحت :

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث تھی کہ انھوں نے وفات کے وقت یہ نصیحت فرمائی کہ چار آدمیوں سے علم حاصل کرو، ایک ابوالدرداء [۱] ، حضرت سلمان، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہم، ان حضرات سے علم حاصل کرو۔ یہ میں نے (پچھلے درس میں) عرض کیا تھا کہ یہ ''طاعونِ عمواس'' میں

[۱] ان کا اسم گرامی ''عویمر'' ہے مگر اپنی کنیت سے مشہور ہوئے ''درداء'' ان کی صاحبزادی کا نام تھا۔ محمود میاں غفرلہٗ

شہید ہو گئے تھے، عمواس ایک مقام کا نام ہے شام میں وہاں جب طاعون پھیلا اُس میں یہ مبتلا ہوئے۔ اُس زمانے میں اُنھوں نے یہ ہدایت فرمائی اپنے شاگردوں سے۔ حضرت عمرو ابن میمون اَودِی ایک ہیں، یہ ''مُخَضْرَمِیْنَ'' میں ہیں یعنی انھوں نے زمانہ پایا ہے رسول اللہ ﷺ کا لیکن اسلام بعد میں لائے ہیں زمانۂ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں پائے ہیں انھوں نے، یہ بھی ان کے شاگرد تھے، ان کو ہدایت دی کہ تم عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ تو یہ وہاں یعنی شام سے کُوفہ آ گئے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام ومرتبہ :

حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوفہ بھیج دیا تھا کہ وہاں جا کر تعلیم دیں مذہبی دینی اور اُن لوگوں کو تحریر فرمادیا اٰثَرْتُکُمْ بِعَبْدِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ میں نے ابنِ مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیج کر اپنے پر تمہیں ترجیح دی، مجھے خود ان کی ضرورت رہتی تھی لیکن میں نے تمہیں ترجیح دی۔ اور اس کی وجہ میں عرض کر چکا ہوں کہ آذربائیجان وغیرہ سے لے کر بخارا تک کا جو حصہ ہے، کوفہ فوجی نقطہ نظر سے ہیڈکوارٹر تھا اُس علاقہ کا اور بصرہ نیچے والے علاقہ کا (ہیڈکوارٹر تھا) تھا جو یہاں بلوچستان اور سندھ تک بنتا ہے، تو مکران اور کرمان یہ ۱۸ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک ہی سال میں یہ دونوں علاقے فتح ہو گئے تھے تو آبادی بھی تھوڑی تھوڑی ہوگی، قلعے بھی فاصلوں پر ہوں گے پھر اِن جگہوں کو منتخب کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایت بھیجی کہ جو لوگ ان لڑائیوں میں جہاد میں شامل ہیں وہ لوگ اپنی مستقل رہائش کا بندوبست کسی ایسی جگہ کر لیں کہ جس کی آب وہوا یہاں سے ملتی جلتی ہو، اس لیے کوفہ منتخب کیا گیا۔

'' قُبَّۃُ الاسلام '' کوفہ، یہاں صحابہ کی بہت بڑی تعداد تھی :

اب دُنیا میں (مدینہ منورہ کے بعد) کوئی شہر ایسا نہیں کہ جس میں صحابہ کرامؓ کی اتنی کثرت ہو جتنی کوفہ میں ہوئی ہے، تو فقط کوفہ شہر میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ رہتے رہے ہیں۔ اور جو آئے اور چلے گئے وہ اس کے سوا ہیں تو دُنیا کا کوئی شہر ایسا نہیں تھا جسے یہ فضیلت حاصل ہو۔ اور قراءت جو ہیں سبعہ، سبعہ میں سے تین قاری جو ہیں وہ فقط کوفہ کے ہیں اور عشرہ میں سے چار قاری فقط کوفہ کے ہیں باقی چھ اور مختلف اطراف سے ہیں تو تقریباً نصف بن گئے۔ حاکم نیشاپوری کی کتاب ہے ''معرفتِ علوم الحدیث'' اس میں انھوں نے فہرستیں دی ہیں علماء کی، کس علاقہ میں کتنے کس علاقہ میں کتنے رہے ہیں تو اس میں سب سے بڑی فہرست جو بنتی ہے تقریباً پوری دُنیا کے ۳/۱ تیسرا حصہ فقط کوفہ کا تھا،

موجود ہیں یہ سب چیزیں دیکھی جاسکتی ہیں رجوع کیا جاسکتا ہے۔کوفہ کو لکھتے ہیں ''قبۃ الاسلام'' لغت میں بھی قاموس میں بھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شاید اسی لیے اس جگہ کو جنگی نقطہ نظر سے منتخب کیا۔اور جنگی نقطہ نظر سے ضرورت محسوس جو فرمائی تھی انھوں نے ،تو بعد کے خلفاء نے بھی یہی محسوس کیا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کو بنایا ہوا تھا پھر بنوعباس آئے تو انھوں نے بغداد بنادیا۔مدینہ منورہ کو دارالخلافہ نہیں بنایا۔تو ان کی جنگی مصلحتوں کا تقاضہ یہ تھا کہ اس طرح اور اس جگہ کو منتخب کیا جائے اس کام کی وجہ سے اس مجبوری کی وجہ سے۔تو اس لیے ایسے کیا گیا۔اب عرب جو وہاں فاتحین تھے جنھوں نے ایران فتح کیا اور اس سے آگے بڑھتے چلے آئے اُن سب کی اولاد کے لیے اور اُن کے لیے ضرورت تھی کہ وہاں تعلیمی انتظام کیا جائے اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیج دیا اور جب ''تخطیط'' کی ہے الاٹمنٹ کی ہے کوفہ کی تو وہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی تھی ،اس کی زمینیں فلاں فلاں کو پلاٹ بنا کر دیدی جائیں تو اس میں جو حضرات مجاہدین میں تھے اُن کو دی گئیں۔حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی یہاں رہتے رہے ،حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی یہاں رہتے رہے ،وہ تو شمار نہیں کیے جاسکتے کیونکہ پندرہ سو صحابہ کرام بنتے ہیں پھر ایسے ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں آگئے ،باقی وہ بہت بڑی تعداد بن جاتی ہے تو شام سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس عمرو ابن میمون اودی کوفہ پہنچے اور انہوں نے ان سے علم حاصل کیا ،یہ اہلِ کوفہ میں شمار ہوتے ہیں۔حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بہت بڑے آدمی ہیں ،حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے ،جب آپ ﷺ نے مواخات کرائی ہے ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا بھائی بنایا ہے تو ابو درداء رضی اللہ عنہ کا بھائی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت :

ایک ہیں عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ اَلَّذِیْ کَانَ یَھُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ (حضرت معاذ ؓ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تم لوگ ان کے پاس بھی جاؤ یا اُن سے علم حاصل کرلو۔جو یہودی تھے پھر مشرف بہ اسلام ہو گئے ،اور وجہ؟ کہتے ہیں فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اِنَّہٗ عَاشِرُ عَشْرَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ جنت میں جانے والے دس آدمیوں میں سے دسویں یہ ہیں ،یعنی یہ جنتی ہیں جنتی ہونے کی بشارت بھی دی۔پہلے بھی (کسی درس میں) ان کا واقعہ گزرا ہے اس طرح کا کہ انھوں نے خود (اپنے بارے میں) یہ الفاظ جناب رسول اللہ ﷺ سے نہیں سنے تھے۔اس لیے یہ کہتے ہیں کہ

میں نے تو نہیں سنا۔ ہاں یہ ہوا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا وہ خواب یہ تھا کہ میں سبزہ میں ہوں اور اس میں ایک ستون ہے، مجھ سے کہا گیا چڑھو اِس پر، میں چڑھا اور چڑھنا چاہتا تھا نہیں چڑھ سکا، تو میری مدد کی کسی خادم نے، تو میں اُوپر چلا گیا اور وہاں اُس کے اُوپر کے حصے میں ایک کُنڈا تھا وہ میں نے پکڑ لیا، تو مجھ سے کہا گیا اِسْتَمْسِکْ اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا، اس حالت میں تھا کہ میری آنکھ کُھل گئی۔ یہ خواب عرض کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم اسلام پر قائم رہو گے جب تک زندہ رہو گے موت تک اسلام پر قائم رہو گے۔ تو کہتے ہیں کہ میں نے تو یہ سُنا ہے باقی اور لوگ اگر کچھ کہتے ہیں تو پھر جو سُنا ہو کسی نے وہی کہے گا جو نہ سنا ہو وہ نہ کہے گا، تواضع غالب تھی اور اچھے ہونے کی علامت یہی ہے کہ تواضع غالب آجائے۔ اپنے کیے پر اپنے عمل پر نظر نہ رہے بلکہ اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت پر نظر رہ جائے تو یہی حال ان کا معلوم ہوتا ہے۔ ان کو ایک صاحب نے دیکھا اس طرح کہ مسجد میں آئے آثار تواضع کے خشوع کے ظاہر ہو رہے تھے، دو رکعتیں پڑھیں، لوگوں نے ان کے جنتی ہونے کے بارے میں جملہ کہا، یہ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے تو پھر پیچھے پیچھے یہ صاحب بھی چلے گئے اور کہا کہ جب آپ مسجد میں آئے تھے تو لوگوں نے یہ جملہ کہا تھا۔ انھوں نے کہا کہ کسی آدمی کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے جو اُس نے نہ سنی ہو۔ میرے علم میں تو یہ ہے کہ میں نے اپنے بارے میں ایک خواب دیکھا تھا تو اُس پر یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں۔ لیکن یہاں صاف صراحتاً آرہا ہے کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سُنا ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ یہ دس جنتیوں میں سے دسویں یہ ہیں۔ ویسے مشہور جو ہے متواتر کے درجہ میں تقریباً، وہ تو دوسرے دس حضرات ہیں چاروں تو خلفاء کرام ہیں اور حضرت زبیر ہیں، حضرت طلحہ ہیں، حضرت سعد ہیں، حضرت سعید ہیں، حضرت ابوعبیدۃ ابن الجراح ہیں، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف ہیں (رضی اللہ عنہم) یہ دس بنتے ہیں۔

عشرہ مبشرہؓ کے علاوہ اور حضرات بھی ہیں جن کو جنت کی بشارت ہے :

لیکن یہاں اس جگہ یہ بھی آرہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اور بھی ملیں گے ایسے جن کے بارے میں آپ نے صراحتاً فرمادیا۔ ایک آدمی کو جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا جو آدمی دیکھنا چاہے جنت کا کوئی آدمی ہو اور چلتے پھرتے یہاں دیکھنا چاہے اُسے، تو وہ اِسے دیکھ لے۔

جنت کی بشارت اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ :

اسی طرح آپ نے شبِ معراج میں جو دیکھا حضرت بلالؓ کو اور وہاں قدموں کی آواز سُنی اُن کی۔ تو

پوچھا کون سا عمل تم ایسا کرتے ہو جو میں نے اپنے آگے تمہاری چپلوں کی آواز سُنی ؟ تو انھوں نے عمل ذکر کیا کہ میں وضو سے رہتا ہوں اور جب تجدید کرتا ہوں وضو کی تو دو نفلیں پڑھتا ہوں ، میری نظر میں تو یہ عمل آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اسی کی جزاء ہے، کیونکہ ہر وقت آدمی جب طہارت کا خیال رکھے گا تو خدا کا بھی خیال رکھے گا جس نے حکم دیا ہے۔ اور خدا کا خیال رکھنا یہی بس مراقبہ ہے یہی بڑی چیز ہے اسی کا بڑا درجہ ہے، تو ایسے حضرات تو بہت مل جائیں گے جن کو جنت کی بشارت دی۔ اُمِ ایمنؓ سے فرمادیا تھا، سلمہ ایک ہیں عورت اِمْرَءَ ةٌ رِفَاعَةَ ان سے بھی فرمادیا تھا۔ کسی سے کچھ جملہ، کسی سے کچھ جملہ۔ حَرَّمَ اللّٰهُ بَدَنَكِ عَلَى النَّارِ تمہارا بدن اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کر دیا ہے وغیرہ، ایسے مل جائیں گے بہت سے حضرات، لیکن ایسے حضرات کہ جن کی ایسی گارنٹی دی ہو آپ نے بار بار فرمایا ہو وہ دس ہی ہیں، یہی چاروں خلفاء کرام اور چھ وہ جن کے میں نے نام لیے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت میں اتنی بڑی تعداد ہوگی ستر ہزار فرمایا کہ وہ بلا حساب جنت میں جائیں گے تو حضرت عُکاشہ ابن مِحْصَنْ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ، اُنھوں نے کہا میرے لیے دُعا فرمادیجیے کہ میں اُن میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو اِنہیں اُن میں داخل فرمادے۔ ایک اور نے کہا تو فرمایا آپ نے ،فرمایا سَبَقَكَ بِهَا عُكَاشَةُ یہ عکاشہ جو تھے یہ سبقت لے گئے تم سے ، انھوں نے کرالی دُعا اپنے لیے۔ تو ہیں تو بہت سارے حضرات ، مگر اس طرح جیسے ان دس حضرات کی گارنٹی دی ہے، بار بار فرمایا ہے حتی کہ تواتر ہو گیا شہرت ہوگئی ، تو یہ دس حضرات بنتے ہیں جن کے نام جمعوں میں خطبوں میں بھی آپ سُنتے ہیں ویسے بھی سُنتے ہیں۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو ابن سلامؓ سے پڑھنے کی تلقین کی کہ جاؤ اُن سے بھی علم حاصل کرو۔ یہودی تھے وہ ، مسلمان ہوئے اور میں نے ان کے بارے میں یہ لفظ سُنے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ سے ، تو جب جنت میں جائیں گے تو ان کا عمل بھی ضرور صحیح ہوگا اور ان کی معلومات جو ہوں گی اُسی پر وہ عمل کرتے ہوں گے ، تو اُن سے وہ معلومات حاصل کرو گے تو علم حاصل ہوگا اُن کی راہ پر چلو تو عمل حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا اور فضل سے نوازے اور اِن حضرات کا ساتھ نصیب فرمائے آمین۔

اختتامی دُعاء.....................

ماہِ صفر کے احکام اور جاہلانہ خیالات

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ صفر......اسلام کا دوسرا مہینہ :

ماہِ ''صفر المظفر'' اسلامی اعتبار سے سال کا دوسرا مہینہ ہے کیونکہ محرم الحرام کے مہینہ سے اسلامی سال شروع ہوتا ہے اور اُس کے ختم ہونے پر صفر کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔

''صفر'' کے معنٰی :

''صفر'' تین حرفوں کا مجموعہ ہے یعنی صؔ، فؔ اور رؔ۔ اس کے معنٰی لُغت (Dictionary) میں ''خالی'' ہونے کے ہیں۔

ماہِ صفر کا ''صفر'' نام رکھنے کی وجہ :

ماہِ صفر کو ''صفر'' کہنے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ صفر کے معنٰی لُغت میں خالی ہونے کے آتے ہیں اور اس مہینہ میں عرب کے لوگوں کے گھر عموماً خالی رہتے تھے، کیونکہ چار مہینوں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں مذہبی طور پر ان کو جنگ اور لڑائی نہ کرنے اور مذہبی عبادت انجام دینے کا بطورِ خاص پابند کیا گیا تھا[1] اور محرم کا مہینہ گزرتے ہی اس جنگجو قوم کے لیے مسلسل تین مہینوں کی یہ پابندی ختم ہو جاتی تھی لہٰذا وہ لوگ جنگ، لڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر بتغیر ج ۲ ص ۳۵۴)

ماہِ صفر کے ساتھ ''مظفَّر'' لگانے کی وجہ :

عام طور پر صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ لگایا جاتا ہے یعنی کہا جاتا ہے ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر''۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مظفر کے معنٰی کامیابی وکامرانی والی چیز کے ہیں اور خیر کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں کیونکہ صفر کے مہینے کو منحوس مہینہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی اس مہینہ کو بہت سے لوگ منحوس بلکہ آسمان سے بلائیں اور آفتیں نازل ہونے والا سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس مہینہ میں خوشی کی بہت سی چیزوں (مثلاً شادی بیاہ وغیرہ کی

---

[1] حضور ﷺ سے پہلی شریعتوں میں ان چار مہینوں کے اندر جہاد وقتال منع تھا۔ ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''الشھرِ حرم'' یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے۔

تقریبات) کو منحوس یا معیوب سمجھتے ہیں جبکہ اسلامی اعتبار سے اس مہینہ سے کوئی نحوست وابستہ نہیں اور اسی وجہ سے احادیثِ مبارکہ میں اس مہینہ کے ساتھ نحوست وابستہ ہونے کی سختی کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ اس لیے صفر کے ساتھ ''مظفر'' یا ''خیر'' کا لفظ لگا کر ''صفر المظفر'' یا ''صفر الخیر'' کہا جاتا ہے تاکہ اس کو منحوس اور شر و آفت والا مہینہ نہ سمجھا جائے بلکہ کامیابی والا اور بامراد نیز خیر کا مہینہ سمجھا جائے۔ اور اس مہینے میں انجام دیئے جانے والے کاموں کو نامراد اور منحوس سمجھنے کا تصور اور نظریہ ذہنوں سے نکل جائے۔

صفر کے متعلق جاہلیت کے عجیب و غریب توہّمات اور خیالات :

اسلام سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں ''صفر'' کے متعلق اہلِ عرب کے مختلف اور عجیب و غریب خیالات اور توہمات تھے اور آج بھی زمانۂ جاہلیت سے کچھ ملتے جلتے خیالات اور توہمات پائے جاتے ہیں۔ حضراتِ محدثین کرام و اکابرِ عظام رحمہم اللہ نے ان توہمات و خیالات کی جو تفصیل بیان فرمائی ہے، اس کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے۔

(۱) ماہِ صفر اور ''نسیٔ'' کی رسم :

عرب میں پہلے سے یہ معمول چلا آرہا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے یعنی ''ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب'' خاص ادب و احترام کے مہینے شمار ہوتے تھے۔ ان چار مہینوں کو ''اَشْھُرِ حُرُمْ'' کہا جاتا ہے یعنی ایسے مہینے جو کہ حرام ہیں۔ اور حرام سے مراد احترام اور عظمت والے ہیں۔ ان مہینوں میں خون ریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کردیا جاتا تھا۔ وہ لوگ اس زمانہ میں حج و عمرہ اور تجارتی کاروبار وغیرہ کے لیے امن و امان کے ساتھ آزادی سے سفر کرسکتے تھے۔ اس زمانہ میں کوئی شخص اپنے باپ کے قاتل سے بھی چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تھا۔ اسلام کے آنے سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال و قتال میں بعض بعض قبیلوں کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو ''نسیء'' کی رسم نکالی گئی یعنی جب کسی زورآور قبیلہ کا ارادہ محرم کے مہینے میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کردیا کہ اس سال ہم نے محرم کو ''اَشْھُرِ حُرُمْ'' سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کردیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ پرانے دستور کے مطابق محرم کا مہینہ حرام اور صفر کا مہینہ حلال رہے گا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کرلیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں اپنی خواہش کے مطابق ردوبدل کرتے رہتے تھے۔ گویا جاہلیت کے زمانہ میں کافروں کے کفر

اور گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالنے کا حق ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا (تفسیر عثمانی بتغیر)۔ اس نسئ کی رسم پر قرآن مجید نے اس طرح سخت گرفت فرمائی :

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَاحَرَّمَ اللّٰهُ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ .(سورة التوبة آیت ۳۷)

''یہ (مہینوں یا اُن کے احترام کا اپنی جگہ سے) ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے، جس سے (عام) کفار (مزید) گمراہ کیے جاتے ہیں (اس طور پر) کہ وہ اس حرام (احترام والے) مہینہ کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی (صرف) گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے، پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کے لیے مزین کر دیئے گئے اور اللہ ایسے کافروں کا ہدایت نہیں دیتا (کیونکہ یہ خود ہدایت کے راستہ پر آنا نہیں چاہتے)''۔ (بیان القرآن بتغیر)

فائدہ : عرب کے مشرکین نے ان مہینوں کے آگے پیچھے کرنے کو یہ سمجھا تھا کہ اس طرح ہماری نفسانی اغراض فوت نہ ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے گی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارا مہینوں کو مؤخر کرنا اور اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں اور زیادتی ہے جس سے ان کفار کی گمراہی اور بڑھتی ہے کہ وہ احترام والے مہینہ کو کسی سال تو احترام والا قرار دے دیں اور کسی سال اس کی خلاف ورزی کو حلال کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ صرف گنتی پوری کر لینے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہیں ہوتی بلکہ جو حکم جس مہینے کے لیے دیا گیا ہے اسی مہینے میں اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ (معارف القرآن بتغیر)

(۲) ''صفر'' اور بدفالی :

زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا صَفر کے متعلق یہ گمان تھا کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں، آفتیں نازل ہوتی ہیں اور یہ مہینہ نحوست، پریشانیوں اور مصائب والا ہے، نیز اہلِ عرب صَفر کا مہینہ آنے سے بدفالی بھی لیا کرتے تھے۔

(۳) ''صفر'' اور پیٹ کا کیڑا :

بعض اہلِ عرب کا یہ گمان تھا کہ صفر سے مراد وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کے ڈستا اور کاٹتا ہے چنانچہ بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

(۴) ''صفر'' اور پیٹ کی بیماری :

بعض اہلِ عرب کا یہ نظریہ تھا کہ صَفَر سے مراد پیٹ کا وہ مرض یا درد ہے جو بھوک کی حالت میں اُٹھتا اور بھڑکتا یا جوش مارتا ہے اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے بسا اوقات اس کو جان سے بھی مار دیتا ہے اور نیز اہلِ عرب اس کو خارش کے مرض والے سے بھی زیادہ متعدی مرض سمجھتے تھے۔

(۵) ''صفر'' اور یرقان :

بعض کے نزدیک صَفَر اُن کیڑوں کو کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا ہو جاتا ہے (جس کو طب کی زبان میں ''یرقان'' کہا جاتا ہے) اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا سبب بن جاتا ہے جبکہ اسلام نے ان تمام مذکورہ خیالات و نظریات کو باطل اور غلط قرار دیا ہے۔(مرقاۃ، تکملہ فتح الملہم، ماثبت بالسنہ بتصرف)

ماہِ صفر سے متعلق موجودہ دور کی توہم پرستیاں :

آج پھر مسلمانوں میں اسلامی تعلیم کی کمی کی وجہ سے بعض ایسے خیالات پیدا ہو گئے ہیں جن کا دین و شریعت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسی جہالت کے نتیجہ میں آج بھی زمانۂ جاہلیت کے ساتھ ملتی جلتی مختلف توہم پرستیاں ماہِ صفر کے بارے میں پائی جاتی ہیں جو مختصراً ذیل میں درج ہیں :

(۱) ماہِ صفر اور تیرہ تیزی :

بعض لوگ اور خاص کر خواتین نے تو اس مہینے کا نام ہی ''تیرہ تیزی'' رکھ دیا ہے اور اس مہینے کو اپنے گمان میں تیزی کا مہینہ سمجھ لیا ہے اس کی حتمی اور قطعی وجہ تو معلوم نہیں ہو سکی کہ اس مہینے کو تیرہ تیزی کا مہینہ کیوں کہا جاتا ہے ممکن ہے کہ اس مہینہ کو تیرہ تیزی کا نام اس لیے دیا گیا ہو کہ حضور ﷺ کا مرضِ وفات جو اس مہینے میں شروع ہوا

تھا وہ مشہور روایات کے مطابق تیرہ دن مسلسل جاری رہا تھا جس کے بعد آپ ﷺ کا وصالِ مبارک ہوگیا تھا۔ (تفصیل آگے آرہی ہے)۔اس سے جہلاء نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ آپ ﷺ کے ان تیرہ دنوں میں مرض کی شدت اور تیزی کی وجہ سے یہ مہینہ سب کے حق میں شدید، بھاری یا تیز ہوگیا ہو۔اگر یہی بات ہے تو یہ سراسر جہالت اور توہم پرستی کا شاخسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور ایسا عقیدہ رکھنا سخت گناہ ہے۔

(۲) ماہِ صفر اور ابتدائی تیرہ دن :

بعض جاہل لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس مہینے کے ابتدائی تیرہ روز خاص طور پر بہت زیادہ سخت اور تیز یا بھاری ہوتے ہیں۔اسی وجہ سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کی پہلی تاریخ سے لے کر تیرہ تاریخ تک کے دنوں کو خاص طور پر منحوس سمجھتے ہیں اور بعض جگہ اس مہینے کی تیرہ تاریخ کو چنے اُبال کر یا چُوری بنا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ بلائیں ٹل جائیں۔یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کے ابتدائی تیرہ دنوں سے متعلق اس غلط خیال کی وجہ سے ہی اس مہینہ کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہو۔یہ بھی شریعت پر زیادتی ہے، حضور ﷺ نے ایسی تمام چیزوں کی نفی فرمادی (جیسا کہ آگے آرہا ہے)۔

(۳) ماہِ صفر اور جنّات کا آسمانوں سے نزول :

بعض علاقوں میں مشہور ہے کہ اس مہینہ میں لنگڑے، لُولے اور اندھے جنات آسمان سے اُترتے ہیں اور چلنے والوں کو کہتے ہیں کہ بسم اللہ کر کے قدم رکھو کہیں جنّات کو تکلیف نہ ہو۔

بعض لوگ اس مہینہ میں صندوقوں، پیٹیوں اور دَرودِیوار کو ڈنڈے مارتے ہیں تاکہ جنّات بھاگ جائیں۔

(۴) ماہِ صفر اور قرآن خوانی :

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے کی وجہ سے بعض گھرانوں میں اجتماعی قرآن خوانی کا اس لیے اہتمام کرایا جاتا ہے تاکہ اس مہینہ کی بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت رہے۔اول تو مروجہ طریقہ پر اجتماعی قرآن خوانی ہی ایک رسمِ محض بن کر رہ گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں جمع ہوگئی ہیں، دوسرے مذکورہ بالا نظریہ کی بنیاد پر قرآن خوانی کرنا اپنی ذات میں بھی جائز نہیں کیونکہ مذکورہ نظریہ ہی شرعاً باطل ہے کیونکہ شریعت نے واضح کردیا کہ اس مہینہ میں نہ کوئی نحوست

ہے نہ کوئی بلا ہے اور نہ کوئی جنات کا آسمانوں سے نزول ہوتا ہے۔

(۵) ماہِ صفر اور شادی بیاہ کی تقریبات :

بعض لوگ صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ اور دوسری خوشی کی تقریبات منعقد کرنے اور اہم کاموں کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ صفر میں کی ہوئی شادی صفر (یعنی ناکام و نامراد) ہوگی چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کیا جاتا ہے اور پھر ربیع الاول کے مہینہ سے اپنی تقریبات شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ صفر کے مہینہ کو نامبارک اور منحوس سمجھا گیا (اور اس مہینہ کو منحوس یا نامبارک سمجھنا باطل اور توہم پرستی میں داخل ہے۔

اور سمجھتے ہیں کہ صفر کے مہینہ میں خوشی کی تقریب انجام دینے سے وہ کام بابرکت نہیں ہوگا یا اچھے نتائج برآمد نہیں ہوں گے اور اس میں بہت سے دین دار اور مذہبی لوگ بھی مبتلا ہیں یہاں تک کہ اگر کوئی اس مہینہ میں شادی کرے تو اسے بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں حالانکہ یہ سوچ غلط ہے۔ لہٰذا اس خیال کو دل و دماغ سے نکالنا چاہیے۔ شریعت میں کہیں صفر کے مہینہ میں نکاح سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ نکاح تو ایک اہم عبادت ہے اور عبادت سے کیونکر منع کیا جا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''بندہ نکاح کر کے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیتا ہے'' (مشکوٰۃ بحوالہ بیہقی) ایک اور حدیث میں ہے کہ ''تم میں جو بھی حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ نکاح ضرور کرے کیونکہ اس سے نگاہ میں احتیاط آتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے'' (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا تو وہ مجھ میں سے نہیں'' (ابن ماجہ)۔ ایک حدیث میں نکاح کو تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت اور طریقہ بتلایا گیا ہے (ترمذی، کتاب الطب)۔ لہٰذا اِس مہینہ میں بھی نکاح کی عبادت کو انجام دینا چاہیے تاکہ ایک غلط عقیدہ کی تردید ہو جس میں اچھے کام کی عملی تبلیغ بھی ہے اور عملی تبلیغ کا ثواب بہت زیادہ ہے پھر جو لوگ ایسے وقت میں کہ جبکہ معاشرہ میں صفر کے مہینہ میں نکاح کے رواج کو تقریباً چھوڑا جا چکا ہے، اِس کارِ خیر کی بنیاد ڈالیں گے اور ایسے وقت جو لوگ صفر میں نکاح کر کے صفر میں نکاح کے جائز اور عبادت ہونے کے مُردہ طریقہ کو زندہ کریں گے وہ بہت بڑا اَجر پانے کے مستحق ہوں گے۔ حدیث شریف میں ہے ''جس نے میرے طریقہ پر عمل کیا میری اُمت کے فساد (یعنی جہالت اور بدعات اور فسق و فجور) کے غلبہ کے وقت اُس کو سو شہیدوں کے

برابر ثواب ملے گا'' (بیہقی ،مشکوٰۃ)۔ایک اور حدیث میں ہے کہ ''جس نے اسلام میں اچھے طریقہ کی بنیاد ڈالی (اور اچھا طریقہ جاری کیا جس کی بعد میں دوسروں نے پیروی کی) تو اُس شخص کو اس عمل کا ثواب حاصل ہوگا اور اُس کے (مرنے کے بعد) بھی جو اُس پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب اس کو حاصل ہوگا لیکن ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی (برا طریقہ جاری کیا) تو اس پر اس برے طریقہ کا وبال ہوگا اور جو لوگ (اس کی اتباع میں) اس پر عمل کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا لیکن ان دوسروں کے وبال میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی'' (مسلم ،ترمذی ،نسائی ،ابن ماجہ، دارمی ،احمد)۔

ماہِ صفر کے متعلق نحوست کا عقیدہ اور اُس کی تردید :

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ زمانۂ جاہلیت میں ماہِ صفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا اعتقاد رکھا جاتا تھا۔اور آج مذہبی لوگوں نے بھی اس مہینہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھر پور قرار دیا ہے حتی کہ لاکھوں کے حساب سے آفات اور بلیات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کر دی ہے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ (نعوذ باللہ) جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کو بھی اس مہینہ میں مبتلاءِ مصیبت ہونا قرار دیا ہے اور پھر خود ہی انہوں نے ان مصیبتوں سے بچنے کے طریقے بھی ذکر کر دیئے ہیں۔ یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن وحدیث ،صحابہ وتابعین ،ائمہ مجتہدین اور سلفِ صالحین میں سے کسی سے بھی کوئی صحیح سند نہیں کیونکہ قرآن وسنت کی رُو سے بنیادی طور پر خود نحوست اور اس مہینہ میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے بلکہ یہ جاہلیت کا ایجاد کردہ نظریہ ہے تو اس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ یقیناً باطل اور غلط ہی ہوگی۔ رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانۂ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونیوالے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرمادی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ زمانۂ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست ، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل طور پر نفی اور تمام مسلمانوں کو اس قسم کے توہمات سے بچنے کی تاکید فرمادی ہے بلکہ وہ تمام اوہام وخرافات جن سے عرب کے مشرکین لرزہ براندام رہتے تھے اور جن کو وہ بذاتِ خود دُنیا کے نظام پر اثر ڈالنے والے اور دُنیا کے حالات کو بدلنے والے سمجھتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ ان کی کوئی اصل نہیں۔

عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا عدوٰی ولا طیرة ولا ھامة ولا صفر وفرمن المجذوم کما تفر من الاسد .(بخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک کی بیماری کا (اللہ کے حکم کے بغیر خود بخود) دوسرے کو لگ جانا، بدفالی اور نحوست اور صفر (کی نحوست وغیرہ) یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اور مجذوم (کوڑھی) شخص سے اس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر سے بچتے ہو''۔

فائدہ : مجذوم (یعنی کوڑھی) شخص سے بچنے کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

عن ابی هریرة رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لاعدوٰی ولا ھامة ولا نوءَ ولا صفر . (صحیح مسلم ، ابوداوٗد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مرض کا (خود بخود بغیر حکمِ الٰہی کے) دوسرے کو لگ جانا، اُلّو، ستارہ اور صفر (کی نحوست وغیرہ) کی کوئی حقیقت نہیں (وہم پرستی کی باتیں ہیں)''۔

عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لاعدوٰی ولا غول ولا صفر . (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرض کا (خود بخود) لگ جانا اور غول بیابانی اور صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت نہیں''۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ العیافة والطیرة والطرق من الجبتِ (ابوداوٗد، ابن ماجه ، احمد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پرندوں کی بولی، اُن کے اُڑنے (یا اُن کے نام) سے فال لینا اور کنکری پھینک کر (یا خط کھینچ کر) حال معلوم کرنا شیطانی کام (یا جادو کی قسم) ہے''۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ لیس منّا من تطیر او تطیرلهٗ اوتکهن اوتکهن لهٗ او سحر اوسحرلهٗ ومن اتٰی کاهنا فصدّقهٗ بما یقول فقد کفر بما اُنزل علٰی

محمد ﷺ . (مسند بزار)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو خود بُری فال (بدشگونی) لے یا جس کے لیے بُری فال لی جائے ، یا جو خود کہانت کرائے یا جس کے لیے کہانت کرائی جائے، یا جو خود جادو کرے یا جس کے لیے جادو کیا جائے، اور جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اُس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ چیز (قرآن وشریعت) کا (ایک طرح سے) کفر کیا''۔

فائدہ : مذکورہ احادیث میں بیان کی ہوئی چیزوں کی مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ تمام خیالات باطل ہیں بلکہ نقل کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل کے بھی خلاف ہیں۔

صفر کو منحوس یا بُرا کہنے کی نسبت اللہ کی طرف لوٹتی ہے :

ماہِ صفر کو منحوس اور بُرا سمجھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کوئی زمانہ بذاتِ خود بُرا یا منحوس ہے یعنی ماہِ صفر کی طرف برائی اور نحوست کو منسوب کرنا دراصل زمانہ کی طرف برائی کو منسوب کرنا ہے۔

پس جس وقت بندہ عبادت میں مشغول ہوتا ہے وہ زمانہ اس کے حق میں مبارک ہوتا ہے اور جس وقت بندہ گناہوں میں مصروف ہوتا ہے وہ زمانہ اُس کے حق میں منحوس ہوتا ہے۔ اسلام کے اصولوں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی زمانہ یا دن و تاریخ اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے، اور زمانہ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اُس کی طرف نحوست یا برائی کو منسوب کرنا گناہ ہے۔

وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ . (سورہ جاثیہ آیت ۲۴)

''اور (یہ کفار) کہتے ہیں اور کچھ نہیں بس یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور ہم جو مرتے ہیں تو زمانہ (کی وجہ) سے مرتے ہیں''۔

تشریح : کفار نے یہ بات کہی تھی کہ ہماری موت و حیات کا اللہ کے حکم اور مشیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ طبعی اسباب کے تابع ہے۔ کفار و مشرکین زمانہ کی گردش ہی کو ساری کائنات اور ان کے سارے حالات کی

عِلّت قرار دیتے تھے اوراسی کی طرف منسوب کرتے تھے، حالانکہ درحقیقت یہ سب کام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی قدرت وارادہ سے ہوتا ہے، اسی لیے صحیح احادیث میں زمانہ کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے کیونکہ زمانہ درحقیقت اللہ ہی کی ایک قدرت کا مظہر ہے۔ اس لیے زمانہ کو برا کہنے کا نتیجہ درحقیقت اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ (معارف القرآن ج۷ بتغیر)۔

ایک حدیثِ قدسی میں ہے :

عن النبی ﷺ یقول اللّٰہ عزوجل یؤذ ینی ابن آدم یسب الدّ ھر وانا الدّھر بیدی الامر اقلب اللّیل والنھار . (بخاری فی التفسیر واللفظ لہٗ، مسلم، ابوداوٗد، موطأ امام مالک ، مشکٰوۃ ص ۱۳)

''نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنی آدم مجھے ایذاء دیتا ہے (یعنی میری شان کے خلاف بات کہتا ہے اور وہ اِس طرح) کہ وہ زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں (یعنی زمانہ میرے تابع اور ماتحت ہے) میرے قبضہ ٔ قدرت میں تمام حالات اور زمانے ہیں، میں ہی رات و دن کو پلٹتا (اور کم زیادہ کرتا) ہوں''۔

فائدہ : ایک حدیث میں ہے کہ زمانہ کو برامت کہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں رات اور دن ہوں، ان کو نیا پرانا کرتا ہوں (بیہقی)۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بندے نے لاعلمی میں مجھے بُرا بھلا کہا، وہ کہتا ہے ''ہائے زمانہ'' جب کہ زمانہ میں ہوں (حاکم)۔ زمانہ بذاتِ خود کوئی چیز نہیں وہ تو اللہ کے حکم سے وجود میں آیا ہے اور اُسی کے حکم سے چلتا ہے، نحوست اگر ہے تو انسان کی بداعمالیوں یا اپنے خیالات کی بنیاد پر ہے۔

نحوست دراصل ''بداعمالیوں'' میں ہے :

زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض دنوں، بعض تاریخوں اور بعض جانوروں یا انسانوں اور جگہوں میں نحوست سمجھتے تھے خاص کر عورت گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے، شریعت نے ان تمام چیزوں کی تردید فرمادی۔

نحوست کا غلط تصور پہلی اُمتوں میں بھی پایا جاتا رہا ہے بلکہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) انبیاء علیہم السلام کی طرف ان کے مخالفین ومعاندین نے نحوست کا الزام عائد کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اِس کی صاف نفی فرمادی اور واضح

فرمادیا کہ سب سے بڑی نحوست انسان کی اپنی بداعمالیوں اور فسق و فجور میں ہے (جو آج مختلف طریقوں سے گھر گھر میں ہورہے ہیں)، اپنے گناہوں کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف ڈالنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک کالے حبشی شخص کو راستے میں ایک شیشہ پڑا ہوا ملا، اُس حبشی نے اس سے پہلے کبھی اپنا چہرہ شیشہ میں نہیں دیکھا تھا، اس حبشی نے پڑا ہوا شیشہ اُٹھا کر جب اس میں اپنا منہ دیکھا تو بہت بدنما اور بھدا محسوس ہوا، ناک بڑی، رنگ کالا، وغیرہ، تو اس حبشی کو اپنا چہرہ بُرا معلوم ہوا اور فوراً غصہ میں آکر اُس شیشہ کو زمین پر پھینک مارا، اور کہا کہ تو اتنا بدصورت اور بدنما ہے اسی لیے تو تجھے کسی نے یہاں پھینک رکھا ہے۔ تو جس طرح اُس نے اپنی بدصورتی کو شیشہ کی طرف منسوب کیا، اسی طرح دنیا میں لوگ اپنی بدعملی کی نحوست کو دوسری چیزوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حقیقت میں عبادت مبارک چیز ہے اور گناہ منحوس چیز ہے جس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ

(پ ۱۹ سورہ نمل آیت ۴۷)

''وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں (حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست کا (سبب) اللہ کے علم میں ہے، بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلاء ہو گے''۔

تشریح : یعنی وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کو کہتے تھے کہ جب سے تیرا منحوس قدم آیا ہے اور یہ باتیں شروع کی ہیں ہم پر قحط وغیرہ کی سختیاں پڑتی جاتی ہیں اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ سختیاں یا برائیاں میری وجہ سے نہیں تمہاری بدقسمتی سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری شرارتوں اور بداعمالیوں کے سبب سے مقدر کی ہیں۔ (تفسیر عثمانی بتغیر)

وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ . (پ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۳۱)

''اور اگر ان کو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے، یاد رکھو کہ ان کی نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

تشریح : اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں فرعونیوں کو ابتدائی تنبیہ کے طور پر قحط،

خشک سالی وغیرہ معمولی تکالیف اور سختیوں میں مبتلاء کیا تا کہ وہ خوابِ غفلت سے چونکیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں مگر وہ ایسے کب تھے۔ انہوں نے ان تنبیہات کی کچھ پروانہ کی بلکہ پہلے سے زیادہ ڈھیٹ، ہٹ دھرم اور گستاخ ہوگئے چنانچہ " ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ " کے قاعدہ سے جب قحط وغیرہ دُور ہوکر ارزانی اور خوشحالی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش قسمتی اور عقل مندی کے لائق تو یہ حالات ہیں۔ پھر اگر درمیان میں کبھی کسی ناخوشگوار اور بُری حالت سے دوچار ہونا پڑ جاتا تو کہتے کہ "یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اُس کے رفقاء کی شومیِ تقدیر اور نحوست ہے" حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ "یعنی اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں منسوب کرتے ہو، تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو اللہ کے علم میں ہے"۔ اور وہ تمہارا ظلم وستم اور بغاوت وشرارت ہے، اسی سبب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے باقی تمہارے ظلم وکفر کی اصلی شومی ونحوست یعنی پوری پوری سزا تو وہ ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی جس کی ابھی اکثر لوگوں کو خبر نہیں۔ (تفسیر عثمانی بتغیر)

لفظ "طائر" کے لغوی معنی پرندے جانور کے ہیں۔ عرب پرندہ جانوروں کے داہنی، بائیں جانب اُترنے سے اچھی بُری فالیں لیا کرتے تھے، اس لیے مطلق فال کو بھی "طائر" کہنے لگے۔ اس آیت میں طائر کے یہی معنی ہیں۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کی فال اچھی یا بُری جو کچھ بھی ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو کچھ اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے سب اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سے عمل میں آتا ہے، نہ اُس میں کسی کی نحوست کا دخل ہے نہ برکت کا، یہ سب اُن کی خام خیالی اور جہالت ہے جو پرندوں کے داہنے یا بائیں اُڑ جانے سے اچھی بُری فالیں لے کر اپنے مقاصد اور عمل کی بنیاد اس پر رکھتے ہیں۔ (معارف القرآن ج۴ ص ۴۳، ۴۴)

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ
قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (پ ۲۳ سورہ یٰسٓ آیت ۱۸، ۱۹،)

"وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کردیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری

نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔ کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے بلکہ تم (خود) حد (عقل وشرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو (پس شریعت کی مخالفت سے تم پر یہ نحوست آئی اور عقل کی مخالفت سے تم نے اس کا سبب غلط سمجھا)''۔

تشریح : شاید رسولوں کو جھٹلانے اور کفر وعناد کی شامت سے قحط وغیرہ پڑا ہوگا یا رُسولوں کے سمجھانے پر آپس میں اختلاف ہوا۔ کسی نے مانا، کسی نے نہ مانا، اس کو نامبارک کہا۔ یعنی تمہارے قدم کیا آئے، قحط اور نا اتفاقی کی بلا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ یہ سب تمہاری نحوست ہے (العیاذ باللہ) ورنہ پہلے ہم اچھے خاصے آرام چین کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ پس تم اپنے وعظ ونصیحت سے ہم کو معاف رکھو۔ اگر یہ رَوش نہ چھوڑو گے اور وعظ ونصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم سخت تکلیف وعذاب پہنچا کر تم کو سنگسار کر ڈالیں گے۔ ان رسولوں نے جواب میں کہا تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق وصداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے نہ یہ بُرا اِختلاف ہوتا، نہ اس طرح آفتوں میں مبتلا ہوتے، پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت وفہمائش کی اور بُرا بھلا سمجھایا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل وآدمیت کی حدود سے خارج ہو جاتے ہو، نہ عقل سے سمجھتے ہو، نہ آدمیت کی بات کرتے ہو (تفسیر عثمانی بتغیر)۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ (پ ۲۷ سورہ قمر آیت ۱۹)

''ہم نے ان پر (یعنی قوم عاد کے لوگوں پر) ایک تیز وتند ہوا بھیجی ایک دوامی (مستقل) نحوست کے دن میں''۔

تشریح : یہ نحوست کا دن ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے انہی کے حق میں تھا۔ یہ نہیں کہ ہمیشہ کے لیے وہ دن منحوس سمجھ لیے جائیں جیسا کہ جاہلوں میں مشہور ہے۔ اور اگر وہ دن عذاب آنے کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے منحوس بن گیا ہے تو مبارک دن کونسا رہے گا؟ قرآنِ کریم میں صاف طور پر مذکور ہے کہ وہ عذاب سات رات اور آٹھ دن برابر رہا (جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا)۔ اگر یہی بات ہے تو بتلایئے اب ہفتہ کے دنوں میں کونسا دن نحوست سے خالی رہے گا؟ (تفسیر عثمانی بتغیر)۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ .(پ ٢٤ سورہ حٰمٓ السجدۃ آیت١٦)

''تو ہم نے اُن پر ایک ہوائے تند ایسے دِنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دنیوی حیات میں رُسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رُسوائی کا سبب ہے اور اُن کو مدد نہ پہنچے گی''۔

تشریح : اصولِ اسلام اور احادیثِ رسول ﷺ سے ثابت ہے کہ کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہے۔قومِ عاد پر ہوا کے طوفان کو نحوست کے دنوں میں فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن اُس قوم کے حق میں اُن کی بداعمالیوں کے سبب منحوس ہو گئے تھے،اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ دن سب کے لیے منحوس ہوں۔ (تفسیر مظہری و بیان القرآن۔معارف القرآن ج ٧ ص٦٤٤ بتغیر)

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ .(پ ٢٩ سورۃ الحاقۃ آیت ٧)

''اس تیز تُند ہوا کو اللہ تعالیٰ نے اُن پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا،سو (اے مخاطب اگر) تُو (اُس وقت موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح سے گرا (پڑا) ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں۔

تشریح : اس آیت میں صراحت ہے کہ قومِ عاد پر یہ عذاب سات رات اور آٹھ دن لگا تار رہا،لہٰذا جو لوگ ان دنوں کو منحوس قرار دیتے ہیں اِس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ کوئی دن بھی مبارک نہ ہو بلکہ تمام دن منحوس ہوں، کیونکہ ہفتہ کے ہر دن میں اُن پر عذاب پایا جاتا ہے۔پس آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جن دنوں میں اُن پر عذاب نازل ہوا تھا وہ دن عذاب نازل ہونے کی وجہ سے خاص اُن کے لیے منحوس تھے، نہ کہ سب کے لیے اور یہ عذاب گناہوں کی وجہ سے تھا،اس لیے نحوست کا مدار گناہ ہی ٹھہرے۔

کیا گھر، سواری اور عورت میں نحوست ہے؟

بعض احادیث سے کچھ لوگوں کو بظاہر یہ شبہہ ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے بعض چیزوں (مثلاً گھر،

سواری اور عورت) میں نحوست قرار دی ہے مثلاً ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

الشوم فی الدّار والمرأة والفرس . (مسلم)

''گھر اور عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے''۔

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں :

لاعدوٰی ولا طیرة وانما الشوم فی ثلا ثۃٍ المرأة والفرس والدّار. (مسلم)

''نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے اور نہ کوئی بدفالی اور نحوست ہے۔اور نحوست تو تین چیزوں میں ہے عورت، گھوڑے اور گھر میں''۔

اس کے محققین اہلِ علم حضرات نے مندرجہ ذیل دو جواب دیئے ہیں :

(۱) ان حدیثوں کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر نحوست کا حقیقت میں کوئی وجود ہوتا تو اِن تین چیزوں میں نحوست ضرور ہوتی، لیکن نحوست کا واقع میں کوئی وجود نہیں۔لہٰذا اِن چیزوں میں بھی نحوست نہیں۔اور اِس کی دوسری احادیث سے تائید ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

انہٗ قال ان یکن من الشوم شیئ حق ففی الفرس والمرأة والدّار (مسلم)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر واقع میں کسی چیز کے اندر نحوست ہوتی تو اس کی مستحق یہ تین چیزیں تھیں یعنی گھوڑا، عورت اور گھر''۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں حقیقی نحوست مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں بعض اوقات طبیعت کی ناپسندیدگی کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور پھر مختلف فتنے اور مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے بظاہر نحوست والی صورتِ حال پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ حقیقت میں نحوست نہیں ہوتی مثلاً عورت کا بانجھ ہونا، بدزبان ہونا، خاوند کی نظر میں بدصورت اور ناپسندیدہ ہونا۔گھر کا تنگ اور چھوٹا ہونا، اس میں تازہ ہوا اور روشنی کا نہ ہونا، اس کے پڑوسی کا خراب ہونا، وغیرہ وغیرہ۔اور گھوڑے (اور اس میں آج کل اپنی سواری کا ہونا بھی شامل ہے) کا شریر ہونا، اس پر سواری اور سفر کا دُشوار ہونا یا مالک کی مرضی کے موافق نہ ہونا، وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ : حدیث میں گھوڑے سے مراد عام سواری ہے خواہ گھوڑے کی سواری ہو یا دوسری مثلاً آج کل کے لحاظ سے گاڑی۔حدیث میں گھر، گھوڑے اور عورت کا ذکر ایک خاص وجہ سے کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ان

چیزوں سے انسان کو ہمہ وقت یا اکثر و بیشتر واسطہ پڑتا رہتا ہے اور ایک لمبی مدت تک اِن چیزوں سے تکلیف پہنچتی رہتی ہے، اسی وجہ سے ایک حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ تین چیزیں انسان کی خوش قسمتی میں سے ہیں (۱) نیک صالح عورت (۲) وسیع گھر (۳) اور آرام دہ سواری (کشف الاستار وسندہ غیر قوی)۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ابنِ آدم کی خوش قسمتی اور بد قسمتی تین چیزوں میں ہے۔ خوشی قسمتی اِن تین چیزوں میں ہے : (۱) نیک صالح عورت (۲) اچھا گھر (۳) اچھی سواری۔ اور بد قسمتی اِن تین چیزوں میں ہے : (۱) بری عورت (۲) برا گھر (۳) اور بری سواری۔

خلاصہ یہ ہے کہ گھر، گھوڑے اور عورت میں حقیقی معنٰی میں نحوست نہیں۔ (مجمع الزوائد، احمد، بزار، طبرانی فی الکبیر والاوسط، ورجال احمد رجال صحیح) وتفصیل ہذا کلہ ماخوذ عن تکملۃ فتح الملہم ج ۴ ص ۳۸۱)

نحوست سے متعلق ایک لطیفہ :

ایک بادشاہ نے اپنے ایک غلام سے کہہ رکھا تھا کہ تو صبح سویرے مجھے اپنی صورت نہ دکھایا کر، اس لیے کہ تو منحوس ہے۔ ورنہ تیری نحوست کا میرے اُوپر شام تک اثر رہے گا۔ ایک دن اتفاق سے وہ غلام صبح سویرے کسی کام سے بادشاہ کے پاس چلا گیا تو بادشاہ نے اس کو تنبیہ کی اور حکم دیا کہ اس کو شام تک کوڑے لگائے جائیں، شام ہونے پر بادشاہ نے کہا کہ منحوس آئندہ صبح سویرے مجھے اپنا منہ مت دکھانا۔ اس لیے کہ تو منحوس ہے۔ غلام نے کہا کہ بادشاہ سلامت! منحوس میں نہیں ہوں بلکہ آپ ہیں۔ اس لیے کہ آج صبح میں نے آپ کا اور آپ نے میرا چہرہ دیکھا تھا آپ کا چہرہ دیکھنے سے مجھے یہ انعام ملا کہ شام تک کوڑے لگتے رہے اور میرا بابرکت چہرہ دیکھنے کے بعد آپ صبح سے شام تک صحیح سلامت رہے۔ بادشاہ یہ سن کر متاثر ہوا اور اُس کو آزاد کر دیا اور کہا کہ یہ نحوست کوئی چیز نہیں، لوگوں کی اپنی بناوٹی ہے۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض روایات کا تحقیقی جائزہ :

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں لیکن جب جاہلوں یا اُن کے گمراہ کن رہنماؤں سے ان باتوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو عوام میں مشہور ہوگئی ہیں تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ صفر کے مہینے کے منحوس ہونے کے متعلق بھی اِسی قسم کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

من بشرنی بخروج صفر بشرته بالجنة. (موضوعات ملا علی قاریؒ ص ۶۹)

''جو شخص مجھے (یعنی بقول ان لوگوں کے حضور ﷺ کو) صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اُس کو جنت کی بشارت دوں گا''۔

اس روایت سے یہ لوگ صفر کے مہینہ کے منحوس اور نامراد ہونے کی دلیل پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صفر میں نحوست تھی اسی لیے تو نبی ﷺ نے صفر صحیح سلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی ہے۔

اس سلسلے میں یاد رکھنا چاہیے کہ اول تو یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ من گھڑت اور موضوع ہے۔ یعنی حضور ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں بلکہ بعد کے لوگوں نے خود گھڑ کر اِس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کردی ہے ، چنانچہ خود ملا علی قاری رحمہ اللہ جو بہت بڑے جلیل القدر محدث ہیں وہ اسے اپنی کتاب ''الموضوعات الکبیر'' میں درج فرما کر اس کو بے بنیاد اور بے اصل قرار دے رہے ہیں ۔ دوسرے اس منگھڑت روایت کے مقابلے میں بے شمار صحیح احادیث صفر کے منحوس اور نامراد ہونے کی نفی کر رہی ہیں لٰہذا صحیح احادیث کے مقابلہ میں موضوع (من گھڑت) روایت پیش کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ تیسرے بذاتِ خود اس روایت میں صفر کے مہینہ کے منحوس ہونے کی کوئی دلیل بلکہ اشارہ تک بھی نہیں، لٰہذا اس روایت کے الفاظ سے صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا صرف اپنا اختراع اور خیال ہے، چنانچہ اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے ہر صاحبِ عقل اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ چوتھے تھوڑی دیر کے لیے اس روایت کے موضوع اور من گھڑت ہونے سے نظر ہٹا کر دوسرے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے اگر غور کیا جائے تو اس کا صحیح مطلب ان لوگوں کے بالکل خلاف جاتا ہے، چنانچہ اس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ربیع الاول کے مہینے میں ہونے والا تھا اور آپ ﷺ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو ماہِ صفر کے گزرنے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ ﷺ نے اس بشارت کو مرتب فرمایا۔ تصوف کی بعض کتابوں میں اسی مقصد کے لیے اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا صفر کی نحوست سے دُور کا بھی تعلق نہیں بلکہ یہ مضمون اور مفہوم خود ساختہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک صورت میں خود یہ روایت خود ساختہ ہے اور دوسری صورت میں اس کا مضمون

خود ساختہ ہے۔ کسی پہلو سے بھی اس روایت سے صفر کے مہینہ کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا (ماخوذ از ''بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات'' از مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب بتغیر واضافہ)۔

بعض لوگ اس مہینے کے حوالے سے ایک اور روایت پیش کیا کرتے ہیں کہ اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار بلائیں اُترتی ہیں۔ اور اس قسم کی دوسری بعض خود ساختہ روایات بھی پیش کی جایا کرتی ہیں، ان کی حقیقت بھی مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں معلوم کی جاسکتی ہے۔ [1]

ماہِ صفر کے آخری بدھ کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق بدعات :

بہت سے لوگ ماہِ صفر کی آخری بدھ کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس کو ''سیر بدھ'' کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا اور سیر تفریح فرمائی تھی۔ اسی لیے بعض ناواقف اور سادہ لوح مسلمان مرد اور عورتیں اس دن باغات اور سیر گاہوں میں سیر و تفریح کے لیے جاتے ہیں۔ شرینی اور چُوری تقسیم کرتے ہیں، بعض علاقوں میں گھونگنیاں (پکے ہوئے چنے) تقسیم کرتے ہیں۔ عمدہ قسم کے کھانے پکانے کا اہتمام کرتے ہیں اس دن خوشی و تہوار مناتے ہیں۔ کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے، اپنے مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ بعض مکتبوں میں بھی اس دن چھٹی کی جاتی ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک شعر بھی گھڑ لیا ہے، جس کا مضمون یہ ہے۔

آخری چہار شنبہ آیا ہے   غسلِ صحت نبی نے پایا ہے

---

[1] اس قسم کی خود ساختہ روایتوں کا خلاصہ کچھ اِس طرح سے ہے۔ صفر کا مہینہ بلاؤں کے نازل ہونے کا مہینہ ہے۔ تمام سال میں دس لاکھ اَسی ہزار بلائیں نازل ہونے کا مہینہ ہے، ان میں سے نو لاکھ بیس ہزار بلائیں خاص صفر کے مہینے میں نازل ہوتی ہیں، حضرت آدم صفی اللہ سے لغزش ہوئی تو اسی مہینہ میں ہوئی، حضرت خلیل علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو اول تاریخ صفر کی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام جو مبتلائے بلا ہوئے تو اسی مہینے میں ہوئے، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحیٰی علیہ السلام، حضرت جرجیس علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت محمد سیّدنا الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سب مبتلائے بلا اسی مہینے میں ہوئے۔ حضرت ہابیل بھی اسی مہینہ میں شہید ہوئے۔ اسی لیے شبِ اول روزِ اول ماہِ صفر میں ہر مسلمان کو چاہیے کہ چار رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد الحمد پندرہ بار سورۃ الکفرون، دوسری میں اسی قدر قل ھو اللہ، تیسری میں اسی قدر سورۃ الفلق اور چوتھی میں اسی قدر سورۃ الناس پڑھے، بعد سلام کے ستر مرتبہ کہے ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر'' تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے محفوظ رکھے گا اور ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا، وغیرہ وغیرہ (راحت القلوب، جواہر غیبی) اس قسم کی تمام روایات سے اپنے عقیدے کو محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

حالانکہ یہ تمام باتیں من گھڑت ہیں اسلامی اعتبار سے ماہِ صفر کی آخری بدھ کی کوئی خاص اہمیت اور اس دن شریعت کی طرف سے کوئی خاص عمل مقرر نہیں رہے۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی منقول ہے کہ ایک نوابزادے نے اپنے استاد سے اس تاریخ میں عیدی مانگی۔ انہوں نے شعر کے انداز میں اس عیدی کو بہت اچھے طریقے پر رَد کر دیا۔

آخری چہار شنبہ ماہِ صفر   ہست چوں چہار شنبہ ہائے دِگر
نہ حدیثی شد درآں وارد   نہ درو عید کرد پیغمبر

''صفر کے مہینے کا آخری بدھ دوسرے مہینوں کے آخری بدھ کی طرح ہے اس بارے میں کوئی خاص حدیث یا واقعہ ثابت نہیں اور نہ ہی اس میں نبی ﷺ نے کوئی عید منائی ہے''۔
(زوال السنۃ عن اعمال السنۃ ص ۸)

بعض لوگ اس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو اُن کو توڑ دیتے ہیں۔ اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلے اور تعویزات بنا کر مختلف مصیبتوں خاص کر صفر کی نحوست سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں۔ یہ چیزیں بھی توہم پرستی میں داخل ہیں جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

لہٰذا اس دن کاریگر اور مزدوروں کا خاص اہتمام سے چھٹی کرنا بے اصل ہے اور مزدوروں کا مالک سے مٹھائی وغیرہ کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں اور اس دن کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ فضیلت اور ثواب والا سمجھنا بدعت ہے۔ اور اس دن برتن وغیرہ توڑنا اور مصیبتوں اور نحوست سے بچنے کے لیے چھلے اور تعویذ بنانا بھی شرعاً منع ہے کیونکہ یہ سب چیزیں قرآن وسنت، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، ائمۂ مجتہدین اور سلفِ صالحین کسی سے ثابت نہیں۔ یہ سب بعد کے لوگوں کی ایجاد ہے اور اپنی طرف سے دین میں ایک نیا اضافہ ہے جو خالص بدعت اور واجب الترک ہے۔

اس دن آنحضرت ﷺ کا غسلِ صحت فرمانا کہیں ثابت نہیں بلکہ اس دن تو رحمتِ عالم ﷺ کی اُس بیماری کی ابتدا ہوئی تھی جس میں آپ کا وصالِ مبارک ہوا۔ اس بارے میں مسلمانوں کے بڑے بڑے سلسلے اور مکتبۂ فکر کے حضرات متفق ہیں کہ آخری چہار شنبہ (یعنی صفر کی آخری بدھ) کے روز رحمتِ عالم ﷺ کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا تھا۔ چند حوالے جات ملاحظہ ہوں :

مشہور مؤرخ ابن سعد رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''چہار شنبہ ۲۸ ؍صفر کو رسول ﷺ کے مرض کا آغاز ہوا''۔ (طبقات ابن سعد ص ۲۰۶ مطبوعہ بیروت)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''۲۸ ؍صفر ۱۱ ؍ھ چہار شنبہ (بدھ) کی رات میں آپ نے قبرستان بقیع غرقد میں تشریف لے جا کر اہلِ قبور کے لیے دُعائے مغفرت کی۔ وہاں سے تشریف لائے تو سر میں درد تھا اور پھر بخار ہوگیا اور یہ بخار صحیح روایات کے مطابق تیرہ روز تک متواتر رہا اور اسی حالت میں وفات ہوگئی''۔ (ملاحظہ ہو ''سیرتِ خاتم الانبیاء'' ص ۱۴۱)

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''صفر ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ ﷺ جنت البقیع میں جو عام مسلمانوں کا قبرستان تھا تشریف لے گئے، وہاں سے واپس تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا۔ یہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور روز چہار شنبہ (بدھ کا دن) تھا''۔ (سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۰۵)

مشہور مؤرخ علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں :

''زیادہ تر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کُل تیرہ دن بیمار رہے، اس بناء پر اگر یہ تحقیقی طور سے متعین ہو جائے کہ آپ نے کس تاریخ کو وفات پائی تو تاریخِ آغازِ مرض بھی متعین کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر براویتِ صحیح آٹھ روز (ایک دوشنبہ سے دوسرے دوشنبہ تک) بیمار رہے اور یہیں وفات فرمائی۔ اس لیے ایامِ علالت کی مدت آٹھ روز تو یقینی ہے۔ عام روایات کی رُو سے پانچ دن اور چاہئیں اور یہ قرائن سے بھی معلوم ہوتا ہے اس لیے تیرہ دن مدتِ علالت صحیح ہے۔ علالت کے پانچ دن آپ نے دوسری ازواج کے حجروں میں بسر فرمائے۔ اس حساب سے علالت کا آغاز چہار شنبہ (بدھ) سے ہوتا ہے''۔ (حاشیہ سیرۃ النبی ج ۲ ص ۱۰۴)

فقیہِ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ ﷺ کو شدتِ مرض

واقع ہوئی تھی تو یہودیوں نے خوشی کی تھی۔ وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہوگئی۔ نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا ومن سیئاتِ اعمالنا''۔ (فتاوٰی رشیدیہ ص ۱۵)

بریلوی مکتبہ فکر کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کا فتوٰی :

''آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں، نہ اِس دن صحت یابی حضور سیّد عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات ہوئی اُس کی ابتداء اِسی دن سے بتائی جاتی ہے''۔ (احکامِ شریعت ج ۳ ص ۱۸۳)

بریلوی مکتبہ فکر کے ایک دوسرے عالم مولانا امجد علی صاحب تحریر کرتے ہیں :

''ماہِ صفر کا آخری چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے۔ لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں۔ سیر وتفریح اور شکار کو جاتے ہیں پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے ہیں، خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اِس روز غسلِ صحت فرمایا تھا اور بیرونِ مدینہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں۔ بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم ﷺ کا مرض شدت کے ساتھ تھا، لوگوں کو جو باتیں بتائی ہوئی ہیں، سب خلافِ واقع ہیں''۔ (بہارِ شریعت ج ٦ ص ۲۴۲)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کُل تیرہ دن بیمار رہے ہیں اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پیر کے روز وصال فرمایا ہے۔ اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو آپ ﷺ کے مرضِ وفات کا دن بدھ ہی بنتا ہے۔ اس طرح سے کہ بدھ سے دوسرے بدھ تک آٹھ دن اور جمعرات سے پیر تک پانچ دن (۸+۵=۱۳) لہٰذا مرضِ وفات کا آغاز بالاتفاق بدھ ہی کا دن ہوا۔ مذکورہ حوالے جات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ صفر کے مہینے کا آخری بدھ رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات کے آغاز کا دن تھا نہ کہ صحت یابی کا۔ اور آپ کے مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟

درحقیقت بات یہ ہے کہ آخری چہار شنبہ یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کی رسم ہے جو ایران سے منتقل ہوکر ہندوستان میں آئی ہے اور یہاں کے بے دین بادشاہوں نے اسے پروان چڑھایا (ملاحظہ ہو ''دائرہ معارف اسلامیہ'' پنجاب یونیورسٹی ج ۱ ص ۱۸)

یہود کو آنحضرت ﷺ کے شدتِ مرض سے خوشی ہونا بالکل ظاہر اور ان کی عداوت اور شقاوت کا تقاضہ ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۱۵ ص ۴۱۲)

لہٰذا یہ یہود و ہنود کی خوشی کا دن تو ہوسکتا ہے مسلمانوں کا نہیں۔ مسلمانوں کا اسے بطورِ خوشی منانا سخت بے غیرتی اور بے ادبی ہے۔ مسلمانوں کا اس دن مٹھائی تقسیم کرنا اگرچہ آنحضرت ﷺ کے شدت مرض کی خوشی میں یا یہود کی موافقت کرنے کی نیت سے نہ ہو لیکن بہر حال یہ طریقہ غلط ہے، اس سے بچنا لازم ہے۔ بغیر نیت کے بھی یہود کی موافقت کا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہیے (ایضاً بتغیر)۔ مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ اس یہودیانہ و مجوسیانہ اور ہندوانہ رسم کو اپنا کر کہیں حضور اکرم ﷺ کے مرضِ وفات کا جشن منانے میں یہود و ہنود کی صورتاً موافقت تو نہیں کر رہے؟

(ماخوذ از : ''ماہِ صفر کے احکام اور جاہلانہ خیالات'' مرتبہ : مولانا مفتی محمد رضوان)

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔ (ادارہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ
کے آخری سفرِ پنجاب کی رُوح فرسا رُوداد

﴿حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم﴾

پندرہ بیس برس پیشتر حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ''اُسوہ حسینی'' نظر سے گزری، یہ کتاب ریحانۃ النبی حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالاتِ مبارک اور واقعاتِ شہادت پر مشتمل ہے، آخر میں قاتلانِ جگر گوشۂ رسول ﷺ کے انجام نافرجام کا ذکر کیا ہے۔ امام زہری کا قول نقل فرماتے ہیں کہ :

''جو لوگ قتلِ حسینؓ میں شریک تھے، اُن میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دُنیا میں سزا نہ ملی ہو''۔

چند مثالیں پیش کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

''ابن جوزی نے سدّی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی دعوت کی مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اُس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی۔ اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے۔ میں خود اُن کے قتل میں شریک تھا، میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ یہ شخص مجلس سے اُٹھ کر گھر گیا، جاتے ہی چراغ کی بتی دُرست کرتے ہوئے اُس کے کپڑوں میں آگ لگ

گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا۔ سُدّی کہتے ہیں میں نے خود اُس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔ (اُسوہ حسینی ص ۱۰۱۔۱۰۲)

اللہ کے جو بندے اپنی تکلیف پر اپنا معاملہ اپنے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے دشمنوں سے شدید انتقام لیتا ہے ؎

نہ جا اُس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اُس کا

ہمارے عہد کو بھی ایک ''حُسین'' عطا کیا گیا جس کا نسبی وحسبی رشتہ شہید کربلا سیّدنا حسین ؓ سے جسمانی ورُوحانی طور پر متصل ہے یعنی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ۔ اِس حسینِ ثانی پر مصیبتوں کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے لیکن کوہِ عزم واستقلال کو جنبش تک نہ ہوئی۔ مخالفوں نے کیسے کیسے تیر اُن پر برسائے لیکن اُن کا چہرہ متبسم ہی رہا۔ حریفوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن اُن کے لب پر حرفِ شکایت تک نہ آیا۔

انہوں نے اپنی عمرِ عزیز استخلاصِ وطن اور سربلندیٔ اسلام کی جدوجہد میں گزاری۔ انگریز اور اُس کے ''رضا کار'' ہمیشہ اُن کی مخالفت میں زبان دراز رہے، لیکن اس مجاہدِ دین وملت اور غازیٔ سربکف نے آنکھ تک اُٹھا کر نہ دیکھا کہ یہ کوتاہ بین وکور باطن کیا کہہ رہے ہیں۔

میدانِ عزیمت کا یہ شہہ سوار محمدی علم لہرائے آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ راستے کی تاریکی اُس کے انوارِ شریعت وطریقت سے چَھٹ گئی۔ اُس کا راستہ روکنے والوں کو غبار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، اور کانٹے بچھانے والوں کو خود اُس راستہ سے گزرنا پڑا۔ ع

چاہ کن را چاہ درپیش

ایک ہندی دوہا جو غالباً عبدالرحیم خانخاناں کا ہے، حسبِ حال نظر آتا ہے ؎

جو تُو کو کانٹا بوئے تاہی بوئے تو پھول
تو کو پھول کے پھول ہیں واکو ہیں ترسول

ترجمہ : جو تیرے لیے کانٹے بوئے تو اُس کے لیے پھول بو، تیرے لیے تو پھول کے پھول ہیں اور اُس کے لیے تین تین نوک والے کانٹے۔

حضرت اقدس مدنی قدس سرہ عفوودَرگزر کا پیکر تھے۔انہوں نے اپنے مخالفوں کے لیےکبھی بددُعانہیں فرمائی بلکہ دُعائے نیم شبی میں سب کے لیے اپنے مالک سے فضل وانعام اورعفوومغفرت مانگتے رہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وواقعات اکثر وبیشتر سننے میں آتے رہے ہیں۔راقم سطور نے جناب عطاء الحق وحافظ عبدالرحمٰن جالندھری (حال مقیم محلّہ گورونانک پورہ لائلپور) جوسیّدی ومولائی قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ' (م ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) سے تعلقِ بیعت رکھتے ہیں، کی زبانی بعض ناخوشگوار واقعات کئی مرتبہ سُنے۔ان واقعات کے وہ ثقہ راوی ہیں، نتائج کے بارے میں اُن کی حیثیت عینی گواہوں کی ہے۔گزشتہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ [۱] میں ان واقعات کوسُپردِ قلم کرنے کی نوبت آگئی۔بھائی عطاالحق بیان کرتے گئے میں قلمبند کرتا چلا گیا۔یہ واقعات حقیقت ہیں افسانہ نہیں۔قارئین ملاحظہ فرمائیں گے کہ جگر گوشۂ رسول ﷺ کی توہین کرنے والوں کا حشر کیا ہوا۔

تقسیم برصغیر سے چند ماہ پیشتر اکتوبر ۱۹۴۶ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند سے پنجاب تشریف لائے۔مختلف شہروں میں رونق افروز ہوئے،مقصدِ سفر پورا کرنے کے بعد لاہور سے.....میل میں سوار ہوئے۔اسی گاڑی سے مشہور مسلم لیگی لیڈر راجہ غضنفر علی خاں کے سفر کا پروگرام تھا۔اتفاقاً اُس کا سفر ملتوی ہوگیا لیکن پروگرام کے مطابق ہراسٹیشن پر مسلم لیگی کارکن استقبال کے لیے موجود تھے۔جب گاڑی امرتسر ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو مسلم لیگی کارکن راجہ غضنفر علی کو تلاش کرنے لگے،ریلوے گارڈ نے کارکنوں کو بتایا کہ راجہ صاحب کا پروگرام ملتوی ہوگیا ہے وہ اس گاڑی میں سفر نہیں کررہے ہیں لیکن ساتھ ہی اُس نے شرارتاً انہیں بتایا کہ اس گاڑی کے فلاں ڈبے میں مولانا حسین احمد مدنی سفر کررہے ہیں۔اس پر وہ تمام مسلم لیگی کارکن اس ڈبے کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور حضرت کے خلاف نعرہ بازی اور ہلڑبازی شروع کردی،ٹماٹر وغیرہ ان پر پھینکنے لگے۔اتفاقاً امرتسر کا ایک نوجوان عبدالرشید اپنا مال بُک کرانے کی غرض سے اسٹیشن پر آیا ہوا تھا اُس نے ایک ڈبے کے پاس ہجوم دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ کے ساتھ یہ لوگ نہایت بدتمیزی کررہے ہیں۔وہ حضرت مدنیؒ کو جانتا بھی نہیں تھا۔

---

[۱] یہ تحریر آج سے تقریباً اُنتیس (۲۹) برس پہلے کی ہے۔

بھائی عطاء الحق صاحب کو یہ واقعہ خود عبدالرشید نے پنڈی میں سنایا۔ عبدالرشید امرتسر میں فروٹ کا کمیشن ایجنٹ تھا۔ وہ تقسیم ملک کے بعد راولپنڈی میں مقیم ہوا، یہاں بھی وہ یہی کاروبار کرتا تھا۔ عبدالرشید نہایت صحت مند نوجوان تھا، اُس نے جان پر کھیل کر حضرت اقدس مدنی ؒ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ مجمع ڈبے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ عبدالرشید ڈبے کے دروازے میں پائیدان پر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا، مسلم لیگی مجمع اِس پر ٹوٹ پڑا، اور اس کو بے دریغ زدوکوب کیا حتّٰی کہ اُس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے لیکن اس مردِ مجاہد نے حضرت مدنی کی طرف ہجوم کو بڑھنے نہ دیا حتی کہ گاڑی چل پڑی اور وہ پلیٹ فارم پار کرنے کے بعد گاڑی سے چھلانگ لگا کر نیچے اُترا۔ جب یہ گاڑی جالندھر ریلوے اسٹیشن پر پہنچی، یہاں کے مسلم لیگی کارکن بھی راجہ غضنفر علی خاں کے استقبال کے لیے پلیٹ فارم پر موجود تھے گاڑی رُکتے ہی گارڈ نے انہیں راجہ صاحب کے پروگرام کے التواء کی خبر دی اور حضرت مدنی کی نشاندہی کی جس پر وہ مجمع حضرت کے ڈبے میں جا پہنچا اور وہی طوفانِ بدتمیزی شروع کر دیا۔ اس مجمع کے سرغنہ تین مسلم لیگی نوجوان ''شمس الحق عرف شمی''، ''فضل محمد'' اور ''فتح محمد'' تھے۔

فضل محمد اور فتح محمد جالندھر کے محلّہ پرانی کچہری اور شمس الحق عرف شمی محلہ عالی کا رہنے والا تھا۔ انہوں نے حضرت اقدس مدنی ؒ کی توہین میں کوئی کسر نہ چھوڑی، گالیاں دیں، گندی چیزیں پھینکیں، حضرت کا تکیہ چھینا ٹوپی بھی اُتار پھینکی، ریش مبارک نوچی اور شمی نے دست درازی بھی کی۔ حضرت مدنی ؒ صبر جمیل کی مجسم صورت بنے بیٹھے تھے۔ حضرت کے ساتھ ایک خادم بھی تھا، وہ اِس صورتحال کو برداشت نہ کر سکا۔ اُس نے مزاحمت کا اِرادہ کیا تو حضرت ؒ نے اُسے منع فرمادیا کہ تم خاموش رہو۔ اگر تم یہ برداشت نہیں کر سکتے تو دوسرے ڈبے میں چلے جاؤ، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، اِتنے میں گاڑی چل دی اور مسلم لیگی کارکن اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے۔ صبح کو ان مسلم لیگی کارکنوں نے فخریہ انداز میں رات کا واقعہ اپنے محلّہ پرانی کچہری میں بیان کیا۔ اس محلّہ میں خانقاہ عالیہ رائیپور (ضلع سہارنپور) سے تعلق رکھنے والوں کا ایک نہایت بااثر حلقہ تھا۔ یہاں قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائیپوری اور حضرت منشی رحمت علی صاحب قدس سرہما کی تشریف آوری ہوئی تھی، ان لوگوں نے جب حضرت اقدس مدنی ؒ کی توہین کا رُوح فرسا واقعہ سُنا تو اُن پر اس کا نہایت شدید اثر ہوا۔ عبدالحق بن چوہدری فضل محمد (حال مقیم گلی نمبر ۴ محلّہ گورونانک پورہ لائل پور) نے فتح محمد کی زبانی گستاخانہ کلمات سنے تو وہ برداشت نہ کر سکے۔ انہوں نے موقع پر ہی اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ اب بتاؤ رات کیا قصہ ہوا تھا اور ساتھ ہی زوردار تھپڑ

بھی اُسے رسید کردیے، جس پر فتح محمد جوفخریہ اپنا کارنامہ بیان کررہا تھا ساکت ہوگیا اور اُسے جرأت نہ ہوسکی کہ وہ کوئی بات کرسکے۔ اتنے میں چوہدری امام الدین صاحب (والد بھائی عطاء الحق) بھی آگئے۔ انہیں جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا جوتا اُتارلیا اور فتح محمد کی خوب پٹائی کی، حتّٰی کہ فتح محمد نے ہاتھ جوڑ کر اُن سے معافی مانگی۔ چوہدری امام الدین صاحب نے تنبیہ عام کردی کہ اگر کسی نے ہمارے بزرگوں کے خلاف زبان درازی کی تو اُس کا حشر بُرا ہوگا ہم اُسے کیفرِ کردار تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔

دوسرے سرغنہ ''فضل محمد'' کا حشر یہ ہوا کہ وہ رات کو جب اپنے گھر واپس پہنچا تو اُسے بخار ہوگیا۔ صبح بیدار ہوا تو اُس کی پشت پر دو پھوڑے (ڈُنبل) ظاہر ہوئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر چارپائی سے اُٹھنے کے قابل نہ رہا اور سخت تکلیف میں کراہتا تھا۔ پانچ چھ روز کے بعد چوہدری امام الدین نے اُس کی والدہ سے جو دُکان پر سودا خریدنے کے لیے آئی تھی پوچھا کہ فضل کئی روز سے نظر نہیں آیا، اُس نے بتایا کہ وہ سخت بیمار ہے اس کی پشت پر پھوڑے نکل آئے ہیں۔ بھائی عطاء الحق صاحب کا بیان ہے کہ پھوڑوں میں کیڑے پڑ گئے ہیں اور انہوں نے جسم کو کھانا شروع کردیا، پھوڑے تین انچ قطر سے کم نہیں تھے۔ ڈاکٹروں نے یہ تجویز کیا کہ اِن ناسوروں میں روزانہ قیمہ بھر دیا جائے تاکہ کیڑے جسم کو نہ کھائیں چنانچہ روزانہ پاؤ پاؤ بھر قیمہ اِن دونوں ناسوروں میں بھرا جاتا تھا، دن بھر میں کیڑے اس کو کھا جاتے تھے دوسرے روز نئے سرے سے قیمہ بھرا جاتا تھا۔

چند ماہ بعد ملک تقسیم ہوگیا اور آبادیوں کا تبادلہ شروع ہوا۔ محلّہ کچہری کے سب لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر ریفیوجی کیمپ واقع جالندھر چھاؤنی میں منتقل ہوگئے لیکن خدا کی شان کہ فضل محمد اور فتح محمد اپنے اہل وعیال سمیت وہیں رہے حالانکہ اُن کے رشتہ داروں نے ہرچند اصرار کیا کہ تم بھی ہمارے ساتھ آجاؤ لیکن انہوں نے کسی کی نہ مانی، دوسرے دن فضل محمد اور فتح محمد نکلنے پر مجبور ہوئے۔ فضل محمد ایک ہندو کارخانہ دار بھولا ناتھ کا ملازم تھا۔ وہ مع اہل وعیال اُس کے ہاں چلا گیا۔ فتح محمد بھی پناہ حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے اپنی بیوی اور چھ سات بچوں کے ساتھ نکلا لیکن راستے ہی میں ایک سکھ جتھے کے ہاتھوں ریلوے پھاٹک (نزد اڈہ ہوشیار پور) اہل وعیال سمیت بری طرح سے قتل کردیا گیا۔

فضل محمد چھ سات روز کے بعد اپنے مالک بھولا ناتھ کی مدد سے ریفیوجی کیمپ واقع جالندھر چھاؤنی میں

اہل وعیال سمیت پہنچ گیا۔ فضل محمد مرض سے اِس قدر تنگ آچکا تھا کہ وہ موت کی دعائیں کرتا تھا چاہتا تھا کہ اسے کوئی مار ڈالے لیکن قدرت تو اِسے نمونہ عبرت بنانا چاہتی تھی وہ زندہ سلامت لاہور پہنچ گیا۔ محلّہ پرانی کچہری جالندھر کے تقریباً تمام افراد انجینئرنگ کالج کے ہوسٹل نزد ریلوے اسٹیشن عقب آسٹریلیا بلڈنگ میں یکے بعد دیگرے آکر مقیم ہوتے رہے۔ فضل محمد بھی بیوی بچوں سمیت وہاں آگیا، اُس کی حالت یہ تھی کہ دن رات بے چین و بے قرار رہتا تھا اور ہر وقت تکلیف سے کراہتا رہتا تھا، اُس کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ وہ ننگے بدن صرف ایک تہبند باندھے رہتا تھا۔ اس حالت میں وہ ایک ماہ لاہور میں مقیم رہا پھر وسط اکتوبر میں وہ لائلپور آگیا اور محلّہ گورونانک پورہ گلی نمبر۴ جہاں محلّہ پرانی کچہری جالندھر کے رہنے والے بیشتر لوگ آباد ہو چکے تھے وہیں آگیا۔ اس کا مرض لاعلاج ہو چکا تھا یہاں چند ماہ بعد اُس کا اسی بیماری کی حالت میں انتقال ہو گیا۔ اُس کی میّت کی حالت ناگفتہ بہ تھی اُس کی لاش ایسی متعفن ہو گئی تھی کہ غسل دینے کو کوئی تیار نہیں ہوتا تھا، بڑی مشکل سے لوگوں نے اپنے ناک منہ پر کپڑا باندھ کر یونہی پانی بہا دیا اور جلد از جلد قبرستان لے جا کر دفن کر دیا۔

اب ''شمس الحق'' کا حال سنئے۔ یہ شخص جالندھر سے لائلپور آکر آباد ہوا۔ یہاں آکر بھی اُس نے مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر کام کرنا شروع کر دیا۔ جلسوں میں بڑے زور شور سے تقریریں کیا کرتا تھا۔ اُس نے ایک اخبار انصاف بھی جاری کیا لیکن اس شخص کو کبھی چین نصیب نہ ہو سکا۔ راقم سطور نے بھی اس کو اچھی طرح دیکھا ہے، وہ بڑا بد مزاج اور زبان دراز شخص تھا۔ بھائی عطاء الحق کا بیان ہے کہ میں ڈی۔سی۔ آفس میں بطورِ کلرک ملازم تھا، میرے پاس پریس سے متعلقہ کام بھی تھا۔ شمس الحق اخبار کے سلسلے میں اکثر میرے پاس آتا جاتا تھا۔ ۱۹۴۹ء کی ابتداء کا یہ واقعہ ہے کہ اخبار کے ڈیکلریشن کے سلسلے میں وہ میرے پاس آیا اور تقریباً آدھ گھنٹہ کاغذات کی تکمیل کے سلسلے میں میرے پاس بیٹھا رہا۔ کاغذات مکمل کرنے کے بعد مجھے دے کر کچہری سے چلا گیا، آخری دفعہ کچہری کے گیٹ پر اُسے دیکھا گیا۔ اُس کے بعد آج تک اُس کا پتہ نہیں مل سکا۔ اس کے اغوا کی خبر آناً فاناً شہر میں پھیل گئی۔ اخبارات میں ضمیمے شائع ہوئے پاکستان بھر میں پوسٹر لگے پتہ دینے والے کے لیے انعامات کا اعلان کیا گیا۔ انجمن مہاجرین جالندھر نے ملک گیر تحریک چلائی، کئی وفد وزیر اعظم لیاقت علی خاں سے ملے، حکومت کی طرف سے یقین دہانیاں بھی ہوئیں لیکن مقبول بارگاہ رسالت مآب کی توہین کرنے والے شمی

کا نام ونشان تک نہ مل سکا۔ ؎

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں ندارد کہ شب را سحر کند

''میاں عبدالغنی'' قدیم متوطن محلّہ عالی جالندھر مسلم لیگ کا کارکن تھا۔ تقسیم ملک کے بعد لائلپور میں مقیم ہوا، شمس الحق عرف شمی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اخبار انصاف کا ڈیکلریشن اُس کے نام تھا۔ آخر عمر میں اس کا دماغی توازن درست نہیں رہا تھا۔ وہ اکثر و بیشتر یہ کہا کرتا تھا کہ میری جو یہ حالت ہے، یہ محض حضرت مدنی ؒ کی توہین کرنے کی وجہ سے ہے۔

اضافہ از ادارہ

(بروایت اُستاد محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی)

جناب گرامی علامہ ارشد صاحب نے ۱۹۴۸ء میں ایک مجلس میں بیان فرمایا تھا کہ وہ تقسیم کے بعد ایک مرتبہ کراچی گئے اور اُن کی ملاقات امرتسر کے ایک مہاجر سے ہوئی۔ یہ صاحب غالباً کپڑے کی دُکان کرتے تھے، امرتسر میں مسلم لیگ کے سرگرم ورکر تھے اور وہاں کی نیشن گارڈ میں انہیں اچھا مقام حاصل تھا۔ جب گاڑی امرتسر کے پلیٹ فارم پر پہنچی تو نیشنل گارڈ کے رضا کاروں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مظاہرہ کیا اور مذکورالصدر صاحب کے کہنے پر وہ لوگ ننگے ہو کر ناچے، وقت گزر گیا۔ فارسی زبان کا شعر ہے ؎

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد تا دلِ صاحب دلے نالد بہ درد

چند ماہ بعد ملک تقسیم ہوا اور فسادات کا سلسلہ شروع ہوا تو سکھ غنڈے اِن صاحب کے گھر میں گھس آئے اور اِن کے گھر کی عورتوں کو ننگا کر کے نچوایا۔ اُس وقت اِن کے دل میں خیال آیا کہ آج مجھے اس گناہ کی سزا مل رہی ہے۔ علامہ صاحب نے فرمایا کہ وہ شخص سخت ندامت کا اظہار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ حالات اعتدال پر آجائیں تو میں دیوبند جا کر حضرت مولاناؒ سے معافی مانگوں گا۔

(ماخوذ از : ماہنامہ ''تحریک'' ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ/ دسمبر ۱۹۷۶ء)

سلسلہ نمبر۹ قسط: ۲، آخری

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

اسلام اپنے اعلیٰ اوصاف کی وجہ سے دوسرے سب دینوں پر غالب ہے

﴿ نظر ثانی و عنوانات : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

رشوت :

رشوت ستانی یہودیوں میں ایک خاص مرض تھا حتی کہ وہ اس کے ذریعہ احکامِ الٰہیہ میں تبدیلی کرا لیا کرتے تھے۔ آیت مبارکہ سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (پ۶ ع۹) ''جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرنے والے اور بہت حرام کھانے والے'' میں حرام کھانے سے رشوت مراد ہے۔

مسلمانوں کو قرآن حکیم میں واضح طور پر اس عادتِ بد سے روکا گیا ہے۔ اس عادتِ بد سے سرکاری احکام اور نظام معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ ارشاد ہوا :

وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (پ۲ ع۷)

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، اور نہ پہنچاؤ اموال کو حکام تک تا کہ تم لوگوں

کے مال میں سے کوئی حصہ ظلم کر کے ناحق کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو''۔

چوری :

ممکن ہے کوئی یہ خیال کرے کہ چوری کی سزا جسمانی کیوں رکھی گئی مالی کیوں نہیں رکھی گئی، پھر جسمانی سزا بھی اس قدر شدید رکھی گئی ہے کہ اسے کام کے ہاتھ سے محروم کر دیا جائے۔

سو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ

(۱) چوری ایک ایسا مرض ہے کہ جس کے کرتے وقت خدا کی بعض صفات مثلاً قہر، غضب، انتقام، حساب اور قیامت میں جواب دہ ہونے کا چور عملاً انکار کرتا ہے اور ذہناً وہ ان صفات سے غفلت برتتا ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے زانی اور سارق کے بارے میں فرمایا کہ جس وقت وہ یہ کرتے ہوتے ہیں ان کا ایمان نہیں ہوتا لَا یَزْنِی الزَّانِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ . وَلَایَسْرِقُ السَّارِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ اور ظاہر ہے کہ اگر کمالِ ایمان ہوتا تو وہ ایسا جرم نہ کرتا۔

(۲) دوسرے کے ہاتھ کی کمائی کو اپنے ہاتھ سے چرا کر اُسے محروم کر دیتا ہے۔

(۳) شدید ضرورت مند پر بھی رحم نہیں کھاتا۔ نہ اُسے غریب پر ترس آتا ہے نہ مسافر پر۔

(۴) دوسرے کی قیمتی سے قیمتی اور خون پسینہ ایک کر کے کمائی ہوئی دولت کو کوڑیوں میں فروخت کر کے ضائع کر دیتا ہے اور اس طرح شدید دِل آزاری کا سبب بنتا ہے۔

(۵) دوسرے کے گھر میں جا کر دوسرے کی مِلک پر قبضہ کرتا ہے اور اگر وہ بیدار و متنبہ ہو جائے تو بسا اوقات نوبت قتل تک پہنچ جاتی ہے اور اس طرح گویا یہ جرم مالی ہی نہیں بلکہ جانی بھی ہوا، آئے دن ایسے واقعات آپ اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔

(۶) چوری ایک ذہنی عیاشی ہوتی ہے۔ چور اس کا عادی ہوتا ہے اس لیے بے ضرورت بھی کرتا ہے۔

موطا امام مالکؒ میں ہے کہ :

> ''اہلِ یمن میں سے ایک شخص جس کا ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اُن ہی کے پاس ٹھہرا اور شکایت کی کہ یمن کے حاکم نے اس پر ظلم کیا ہے۔ یہ شخص رات کو نماز پڑھا کرتا تھا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اُسے دیکھتے تھے تو اپنے دل میں

فرماتے تھے تیری رات تو ہرگز چور والی رات نہیں۔ ابھی اس کی فریاد پر کوئی کارروائی نہ ہونے پائی تھی کہ چند روز بعد حضرت اسماء بنت عُمیسؓ کا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں ایک ہار گم ہوگیا۔ یہ شخص بھی اس کی تلاش میں حصہ لینے لگا اور یہ دعاء کرتا تھا کہ خداوندا اس نیک گھرانے کو جس نے نقصان پہنچایا ہے تو اُس کی گرفت فرما۔ تلاش کرتے کرتے یہ زیور ایک سنار کے پاس ملا۔ سنار نے کہا کہ میرے پاس ایک شخص لایا تھا اس کا حلیہ یہ تھا کہ ہاتھ کٹا ہوا تھا (یعنی یہی شخص نکلا جو خلیفۂ وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا اور ان کے پاس حاکم یمن کی شکایت لے کر آیا تھا)۔ جب سنار نے پورا حال بتلایا تو اس نے چوری کا اقرار کرلیا پھر اُسے سزا دی گئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے تھے کہ اس شخص کی چوری سے زیادہ اس کی بددعاء میری طبیعت پر گراں گزرتی تھی!

اس واقعہ سے بھی یہ معلوم ہورہا ہے کہ اس کے دل میں خدا کا کوئی خیال نہ تھا گو وہ رات کو عبادت بھی کرتا تھا کیونکہ اگر ذاتِ باری تعالیٰ کا یقین ہوتا تو ایسی بدد ُعا نہ کرتا۔ خلیفۂ وقت کے پاس ٹھہرنے کی وجہ سے اُسے کوئی ایسی حاجت بھی نہ تھی جو جائز ہو اور نا تمام رہے۔

حق تعالیٰ خالق ہیں وہ جانتے ہیں کہ بیماری کس درجہ کی ہے اور اس کا صحیح علاج کیا ہے؟ صحیح علاج عبرت ہے جو سزا یافتہ کو دیکھ کر ہوتی ہے جس کے دل میں چوری کے جذبات ہوتے ہیں وہ آنکھ نہیں میچتا بلکہ وہ اور زیادہ دیکھتا ہے اس لیے دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہے اور گناہ کے ارادہ سے باز آجاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ. وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (پ ٦ ع ٦)

''اور چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ ان کی کمائی کی سزا میں اللہ کی طرف سے تنبیہ ہے اور اللہ غالب ہے حکمتوں والا ہے''۔

عزتِ نفس اور پاکدامنی کے طریقے سکھائے گئے، ارشاد ہوا :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ. (پ۱۸ ع ۱۰)

''ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ذرا اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو محفوظ رکھیں''۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ. (پ ۱۸ ع ۱۰)

''اور ایمان والیوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو تھامے رکھیں''۔

زنا کاری کی قباحت ظاہر کی گئی :

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا. (پ ۱۵ ع ۴)

''اور زنا کے پاس نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے''۔

کسی پاکدامن پر بدکاری کا الزام لگانا یا الزام پر مشتمل گالی دینا عظیم گناہ ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ . يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ . يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ الْمُبِيْنُ. (پ ۱۸ ع ۹)

''جو لوگ عیب (والزام) لگاتے ہیں بے خبر ایمان والیوں پاکدامنوں پر، اُن پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار ہے اور اُن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جس دن کہ ظاہر کردیں گی اُن کی زبانیں ہاتھ اور پاؤں جو کچھ (بھی) وہ کرتے تھے۔ اُس دن پوری دے گا اللہ اُن کی سزا جو چاہیے، اور جان لیں گے کہ اللہ ہی ہے سچا کھولنے والا''۔

دنیا میں ایسے مجرموں کو کس طرح رُسوا کیا جائے گا، خدا کی نظر میں وہ کیسے ہیں اور کیا سزا دی جائے گی، یہ سب باتیں ارشاد فرمائی گئیں :

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ. (پ ۱۸ ع ۷)

''اور جو لوگ پاک دامنوں پر عیب لگاتے ہیں پھر چار مرد شاہد نہ لائے تو اُن کو اسّی دُرّے مارو اور اُن کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی لوگ نافرمان ہیں''۔

آپ نے غور فرمایا ہو تو کلام الٰہی میں خوفِ خدا اور تقوی پر ہر جگہ زور دیا گیا ہے کیونکہ ارتکابِ معاصی سے خلوت وجلوت میں یکساں طور پر اجتناب کرانے والی چیز صرف خوفِ خدا ہے وہ نہ ہو تو انسان تنہائی میں گناہ

سے باز نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی یاد اور تقویٰ کی نعمت نصیب فرمائے، معاصی سے اپنی پناہ میں رکھے اور توفیقِ مرضیات مرحمت فرمائے۔ آمین۔

آج انسان انسان کے حقوق نہیں پہچانتا، بھائی بھائی کو اور اولاد ماں باپ کو اپنی نظر میں کوئی اہمیت نہیں دیتی جس کا نتیجہ ''نظمِ عالم میں فساد'' ہوتا ہے۔ اسلام کی نظر میں ''حقوق العباد'' رشتہ داروں کو شامل ہیں بلکہ والدین کا حق ربِّ حقیقی نے اپنے بعد فوراً بتلایا ہے اس کے بعد اور رحمی رشتوں کے حقوق آتے ہیں۔

یہ زریں تعلیمات اگر ماں باپ اپنی اولاد کو ذہن نشین کرادیں تو خود اُن کی زندگی کتنی پرسکون ہو مگر شاید ایک فیصدی مسلمان ہی ان پیاری تعلیمات سے واقف ہوں۔

حقوق والدین کے لیے ارشاد ربانی ہے :

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلَا ھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (پ۱۵ ع۳)

''اور تمہارے رب نے حکم کردیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو ''ہوں'' نہ کہو اور نہ جھڑکو اور اُن سے ادب کی بات کرو اور اُن کے سامنے عاجزی و نیازمندی کے ساتھ کندھے جھکاؤ اور یہ کہو کہ اے رب! اِن پر رحم فرما جیسا انہوں نے مجھے چھوٹا سا پالا''۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَھْنًا عَلٰی وَھْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ . وَاِنْ جَاھَدٰکَ عَلٰٓی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ . (پ۲۱ ع۱۱)

''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے واسطے تاکید کردی۔ اُس کی ماں نے تھک تھک کر اُس کو

پیٹ میں رکھا اور اُس کا دودھ چھڑانا ہے دو برس میں کہ میرا حق مان اور اپنے ماں باپ کا، آخر مجھ ہی تک آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ سے اس بات پر اَڑیں کہ میرا شریک مان اُس چیز کو جو تجھ کو معلوم نہیں تو اُن کا کہنا مت مان اور دُنیا میں دستور کے مطابق اُن کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع ہوا''۔

رحمی قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ان الفاظ سے تعلیم وتاکید فرمائی گئی :

وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً

(پ۴ ع۱۲)

" اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو اور خبردار رہو قرابت والوں سے، یقین جانو اللہ تم پر نگہبان ہے''۔

سب قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، ماتحتوں، ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک اور تکبر نہ کرنے کی ہدایت فرمائی گئی :

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئاً وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا

(پ۵ ع۳)

"اللہ کی بندگی کرو، اس کا کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اور قرابت داروں کے ساتھ اور یتیموں، فقیروں اور قرابت دار اور اجنبی پڑوسی اور ساتھ بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور مملوک و ماتحت کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اللہ تعالیٰ اِترانے والے اور بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا''۔

اس آیتِ مبارکہ میں روزمرہ کی معیشت کے زریں اصول جمع فرمادیئے گئے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی ان اخلاقِ حمیدہ پر عمل پیرا ہو اور دنیا اس کی تعریف میں رطب اللسان نہ ہو۔ اور جب خدا کا حکم جان کر ان پر عمل کرے گا تو عبادت کا ثواب بھی ملتا جائے گا اور خدا کا قرب حاصل ہوگا "صاحب بالجنب'' میں برابر کے کمرے میں کام

کرنیوالا ساتھی افسر اور ساتھ میز پر بیٹھنے والا بھی داخل ہے اور کارخانہ میں ساتھ مزدوی کرنے والا بھی۔

حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے والا یقیناً ان پر عمل کا جویا ہوگا ورنہ خدا کی ناراضگی اور عتاب دُور نہیں جس کا پہلا ثمرہ نظامِ دنیا میں فساد اور بے چینی اور اُخری نتیجہ معاذ اللہ خدا کی ناراضگی ہوگا۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ . اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ . (پ۲۶ ع ۷)

''پھر تم سے توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو ملک میں خرابی ڈالو اور اپنی قرابتیں قطع کرو۔ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے محروم کر دیا پھر اُن کو بہرا کر دیا اور اُن کی آنکھیں اندھی کر دیں''۔

الغرض خداوند کریم نے ایک مختصر اور جامع ہدایت فرمائی :

وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ . (پ۸ ع ۱۴)

''مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور اُس کو پکارو ڈر اور توقع سے یقیناً اللہ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے نزدیک ہے''۔

صرف یہی نہیں کہ قرابت داروں کے حقوق بتلائے گئے ہوں بلکہ عام رہن سہن کے آداب بھی سکھائے گئے، اخلاقِ فاضلہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا گیا اور تکبر، خود پسندی اور بے رُخی جیسے اوصافِ ذمیمہ کی نشاندہی فرما کر ان کی بیخ کنی کی گئی۔ ان ہدایات کو بغور دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ اگر ان پر عمل کیا جائے تو کیا واقعی دنیا میں جنت کے امن کا نمونہ پیدا ہوگا کہ نہیں۔

وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا .

(سورۂ بنی اسرآء یل پ ۱۵ ع ۴)

''اور زمین پر اِتراتا ہوا مت چل، تو زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا اور نہ پہاڑوں تک لمبا ہو کر پہنچے گا''

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (سورۂ لقمان)

''اور لوگوں کے سامنے اپنے گلّے مت پھیلا اور زمین پر اِترا کر مت چل، اللہ کو کوئی اِترانے والا اور بڑائیاں کرنے والا نہیں بھاتا، درمیانی چال چل اور اپنی آواز نیچی رکھ''۔

تکبر، بخت و اقبال کی وجہ سے ہو یا جوشِ جوانی کے باعث بہرحال مذموم ہے اور خداوند کریم کی ناراضگی کا مستوجب ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے نہ وہ زمین کا نقصان کرتا ہے نہ پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے بلکہ وہ اخلاقِ حسنہ کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔

قرآنِ حکیم کی تعلیم سے ہمیں سلامت رَوِی کی چال چلنے کا درس حاصل ہوتا ہے مگر ۔

افسوس ہم چلے نہ سلامت روی کی چال
یا بے خودی کی چال چلے یا خودی کی چال

قرآن حکیم نے آدابِ معاشرت بھی تعلیم فرمائے مثلاً کسی سے ملاقات کے لیے جاؤ تو ان باتوں کا خیال رکھو :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ . فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰی لَكُمْ (پ۱۸ ع۱۰)

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا کسی کے گھر میں اُس وقت تک مت جایا کرو جب تک اجازت نہ لے لو اور اُن گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔ تمہارے حق میں یہ بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ پھر اگر گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں نہ داخل ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ ملے۔ اور اگر تم کو جواب ملے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو تمہارے لیے پاکیزگی اسی میں ہے''۔

انسان اگر زبان سے ذرا بے احتیاطی کرے تو زندگی وبال ہو جاتی ہے آپس میں سینکڑوں چھوٹی چھوٹی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ بڑھ کر فساد کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اس لیے ہدایت ہوئی کہ زبان کو مقید رکھیں اور

حسبِ ذیل اصول پر زندگی گزاریں :

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ . (سورۂ حجرات پ۲۶ ع۱۴)

''اے ایمان والو! ایک دوسرے کا تمسخر مت اُڑاؤ، کیا خبر وہ ان تمسخر کرنے والوں سے بہتر ہی ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا شاید وہ ان سے بہتر ہوں، اور ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کی چڑ ڈالو، ایمان کے بعد گناہ گاری والا نام برا ہے، اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف''۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ . (سورۂ حجرات پ۲۶ ع۱۴)

''اے ایمان والو! بدگمانی سے بہت بچتے رہو، یقیناً بعضی تہمت گناہ ہوتی ہے، اور کسی کا بھید نہ ٹٹولو، اور پس پشت ایک دوسرے کو برا نہ کہو، کیا کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا جو مردہ ہو گوشت کھائے، تو تمہیں اس سے گھن آتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ یقیناً معاف کرنے والا مہربان ہے''۔

انسان کو اپنی حقیقت سامنے رکھنی چاہیے۔ جناب رسالتمآب ﷺ کا ارشاد ہے تم کسی سے بہتر نہیں ہو سوائے اس کے کہ تقوی کی وجہ سے فضیلت حاصل کرلو۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ.(سورۂ حجرات پ۲۶ ع۱۴)

''اور تمہاری ذاتیں اور قبیلے آپس کی پہچان کے لیے رکھ دیں، اللہ کے نزدیک تو یقیناً وہی بڑا

ہے جو زیادہ ادب والا ہو، اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا باخبر ہے''۔

تمسخر کرنے سے لوگوں کی نظر میں وقار باقی نہیں رہتا اور اس سے قسم قسم کے نقصانات ہوتے ہیں کیونکہ جس کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اُس کی دل شکنی ہوتی ہے وہ بدلہ لینے کے لیے جواباً ہر طرح ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس بری عادت سے وہ انسان لوگوں کی نظر میں اتنا گر جاتا ہے کہ کوئی اچھی بات ہی کیوں نہ کہے وہ مؤثر ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ اس بری عادت سے اجتناب کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو اخلاقِ حمیدہ تعلیم فرمائے ہیں انہیں اختیار کرے۔ آیت مبارکہ میں ایک دوسرے پر عیب لگانے اور کسی کی چڑ ڈالنے سے بھی منع فرمادیا کیونکہ اِن حرکات سے فتنے اُبھرتے ہیں اور ایسے شخص سے لوگ خود متنفر ہو جاتے ہیں۔ اگر ان حرکات سے اجتناب نہ کیا جائے تو نفرت وعداوت کی خلیج روز بروز وسیع تر ہوتی جاتی ہے، قلوب میں اس قدر بُعد ہو جاتا ہے کہ صلح واختلاف کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی۔ آیت مبارکہ میں خداوندِ قدوس نے اس قسم کی باتوں سے منع فرمایا۔

مال اور جان سے کسی کے کام آنا کسی کسی وقت ہوتا ہے البتہ خوش کلامی کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے اس لیے اس سلسلہ میں بھی ارشاد ہوا :

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (سورۂ بقرہ پ ۱ ع ۱۰)

''اور سب لوگوں سے اچھی طرح بات کیا کرو''۔

خدا کے پسندیدہ بندے کسی کو برائی کا جواب برائی سے نہیں دیتے بلکہ

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا. (سورۂ فرقان پ ۱۹ ع۴)

''اور جب کھیل مذاق کی باتوں سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر نکل جاتے ہیں''۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورۂ فرقان پ ۱۹ ع۴)

''اور جب اُن سے بے سمجھ لوگ بات کرنے (ہی) لگیں تو وہ کہہ دیتے ہیں ''صاحب! سلامت''

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ. (سورۂ قصص پ۲۰ ع۹)

''اور جب نکمی باتیں سنیں تو اُن سے کنارہ کریں اور کہہ دیں ہمیں ہمارے کام اور تم کو

تمہارے کام، سلامت رہو، ہم کو بے سمجھ لوگ نہیں چاہئیں''۔

یہ حقیقت ہے کہ اچھائی اور برائی برابر نہیں ہوتے۔ اس لیے برائی کے جواب میں برائی نہ کریں بلکہ بہتر اور اشرف انداز اختیار کرنا چاہیے۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ . (سورۂ حٰمٓ سجدہ پ۲۴ ع۱۹)

''نیکی اور بدی برابر نہیں، جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر بات ہو، ایک دم یہ ہوگا کہ جس سے تمہاری دشمنی ہوگی وہ گویا قرابت دار دوست بن جائے گا''۔

تبلیغ ہر مسلمان کا ہر موقع پر فرض ہے اس لیے جب کسی غیر مسلم سے تبلیغی گفتگو ہو تو نہایت نفیس و پُر مغز گفتگو ہونی چاہیے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ . (سورۂ نحل پ۱۴ ع۲۲)

''اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور بہتر طرح نصیحت سنا کر بلاؤ''۔

تبلیغ کے جواب میں اگر وہ سخت انداز اختیار کریں تو مسلمان کو اجازت نہیں کہ وہ اس کو جواب میں اسی طرح کی بدخوئی، درشتی یا سب وشتم کا طریقہ اختیار کرے۔ آقائے نامدار ﷺ نے ایک دن فرمایا وہ شخص برا ہے جو اپنے ماں باپ کو گالی دے، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایسا کون ہے جو اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ فرمایا کہ جو دوسروں کے ماں باپ کو گالی دیں گے، دوسرے اِس کے ماں باپ کو گالی دیں گے تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دی کیونکہ اس نے یہ خیال نہ کیا کہ بات کہاں تک پہنچے گی۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ (سورۂ اَنعام پ ۷ ع۱۹)

''اور تم لوگ ان کو برا نہ کہو جن کی یہ خدا کے سِوا پرستش کرتے ہیں کہ وہ بے ادبی سے بے سمجھے اللہ کو برا کہنے لگیں''۔

آقائے نامدار ﷺ کے ان ہی جامع اور کریمانہ اخلاق کی طرف قرآن حکیم نے نشان دہی فرمائی ہے

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۂ نون پ۲۹ ع۳)

''اور آپ پیدا ہوئے ہیں بڑے خُلق پر''۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ . (سورۂ اٰل عمران پ ۴ ع ۸)

''تو اللہ ہی کی رحمت ہے کہ تم اِن کے لیے نرم دل ہوگئے اور اگر تم ہوتے تند خو سخت دل تو تمہارے پاس سے منتشر ہوگئے ہوتے''۔

جو رحمتِ خداوندی قلبِ اطہر میں پوری مخلوق کے لیے اور خصوصاً اُمتِ مرحومہ کے لیے ودیعت فرمائی گئی تھی وہ قرآن حکیم میں اِن کلمات سے ظاہر فرمائی گئی۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ . (سورۂ توبہ پ۱۱ ع ۵)

''تمہارے پاس تم ہی میں کا رسول آیا، اسے تمھاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے، وہ تمہاری بھلائی کے حریص ہیں، ایمان والوں پر نہایت شفیق و مہربان ہیں''۔

تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ اُن کے دل میں ہے۔لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر اُدھر سے ہٹاتے ہیں۔آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں کیونکہ ع

نبی ہمارا خدا کا پیارا رؤف بھی ہے رحیم بھی ہے

جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمان داروں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق و مہربان ہوں گے۔

حضرات! آیئے ہم سب حضور ﷺ کی عظیم الشان شفقت، خیر خواہی اور دل سوزی کی قدر کریں اور آپ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر دارین کی سعادتیں حاصل کریں۔جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور اُس کے احکام بھلا دیئے اُس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی، اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جانوں سے اُن کو غافل اور بے خبر کر دیا کہ آنے والی آفات سے اپنے بچاؤ کی کچھ فکر نہ کریں اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارے

اور ابدی ہلاکت میں جا پڑیں۔ عزیزانِ گرامی! آج آنے والی ہلاکتوں سے بچنے کے لیے صرف ایک ہی علاج ہے اور امنِ عالم کے قیام کا یہی واحد ذریعہ ہے کہ ہم قرآنِ کریم کی ہدایات کے سامنے جھک جائیں۔

یہ کیا قیامت ہے کہ ایک لمحہ اور دقیقہ کے لیے بھی ہمارے دل میں یہ خیال نہیں گزرتا کہ سب سے پہلے اُس کو تو اپنے سے راضی کر لیں کہ جس کے دروازے سے بھاگ کر ہم نے ذلت و نامرادی کی ٹھوکریں کھائیں۔ جو ہمیں موت کی جگہ حیات، ذلت کی جگہ عزت اور زوال کی جگہ عروج عطا کرنے کو اب بھی تیار ہے۔ یہ کتنا افسوس و حسرت کا مقام ہے کہ ہمارے دلوں پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اُتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے خوف کی وجہ سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔

حضرات! آیئے ہم سب مل کر تعلیماتِ قرآنی کو اپنائیں اور اس پر عمل پیرا ہو کر ثابت کر دیں کہ آج کی دُنیا جس امنِ عالم کی متلاشی ہے وہ قرآنِ حکیم فرقانِ عظیم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

یاد رکھو اِس دورِ الحاد و زمانہ قربِ قیامت میں اگر امن و سلامتی چاہتے ہو تو دنیا کے کونے کونے میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے پیکرِ عمل بن کر تدبر سے تفکر سے اخلاق سے اخلاص سے ایثار سے کام لو اور دنیا کے درندہ صفت انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اُتر کر ثابت کر دو کہ امنِ عالم کا قیام صرف قرآنی تعلیمات میں مضمر ہے۔ **وما علینا الا البلاغ**

۞۞۞

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرما دیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

حدیثِ نظر

﴿ حضرت احسان دانش ؒ ﴾

بتوں سے پھر گیا دل، اب اُدھر دیکھا نہیں جاتا
درِ مولیٰ پہ ہوں اور سُوئے دَر دیکھا نہیں جاتا

رُخِ خیر البشر تو پھر رُخِ خیرالبشر ٹھہرا
اِن آنکھوں سے درِ خیر البشر دیکھا نہیں جاتا

ہزار آئینے برتے ہیں ہزار آئینہ ہیں دیکھے
ترے جلوؤں سے کوئی بہرہ وَر دیکھا نہیں جاتا

اسی کوچے میں بیٹھا ہوں یہیں سے مر کے اُٹھوں گا
گدا بے شک ہوں، کوئی اور دَر دیکھا نہیں جاتا

میرے مولا رہوں کب تک میں ان بے دین لوگوں میں
کہ یہ جبرِ مسلسل عمر بھر دیکھا نہیں جاتا

جو سمٹیں آنسوؤں کی جھالریں سب کچھ نظر آئے
خطا کس کی ہے؟ جو اَے چشم تر دیکھا نہیں جاتا

کبھی مہتاب کی صورت اُتر بھی آؤ آنگن میں
ستاروں کو مسلسل رات بھر دیکھا نہیں جاتا

جو تو غفلت سے چونکے راہِ حق بھی خود بخود اُبھرے
مُندی آنکھوں تماشائے سحر دیکھا نہیں جاتا

ہزاروں اہلِ زر اِس آستاں پر سر بزانو ہیں
جہاں انسان کی قیمت ہے، زر دیکھا نہیں جاتا

دکھا بھی دے، عطا کی ہے نظر جس کے لیے مجھ کو
اُٹھا بھی دے حجاباتِ نظر دیکھا نہیں جاتا

مسلسل ہو رہی جانے کیوں اُمت کی رُسوائی
دعاؤں میں یہ افلاسِ اثر دیکھا نہیں جاتا

کھڑا ہوں کب سے محرابِ حرم کے سامنے دانش
نظر رہ رہ کے اُٹھتی ہے مگر دیکھا نہیں جاتا

قادیانیوں کو دعوتِ اسلام

﴿ جناب عتیق الرحمٰن صاحب ﴾

ایک دفعہ میں مسجد گیا تو وہاں پر مختلف کتابچے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ان میں سے ایک اُٹھایا اور اُس کی ورق گردانی شروع کردی۔ کچھ ہی اوراق پلٹنے کے بعد مجھے یہ لکھا ہوا ملا کہ

''ہم لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کوئی انسان بھی دائمی عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا نہ مومن نہ کافر کیونکہ قرانِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ میری رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے...... ہم کیونکر مان سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی رحمت آخر دوزخیوں کو ڈھانپ نہیں لے گی...... خدا تعالیٰ کی محبت بھری آواز کبھی بھی ان کو مخاطب کرکے یہ نہیں کہے گی کہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ آؤ میرے بندوں میں داخل ہوکر میری جنت میں داخل ہوجاؤ''۔

آگے چلنے سے پہلے آپ کو بتاتا چلوں کہ یہ کتابچہ مرزائیوں کے دوسرے خلیفہ کا تھا اور اس کا نام تھا ''احمدیت کا پیغام''۔

کچھ دن گزرنے کے بعد میری دکان پر ایک مرزائی آیا میں نے اسے ان کے خلیفہ ثانی کا نجات سے متعلقہ یہ عقیدہ سنایا اور اس سے پوچھا کہ تمہارا خلیفہ صاحب کے اس عقیدہ کے متعلق کیا خیال ہے؟ وہ مجھے کہنے لگا کہ آپ سمجھدار آدمی ہیں آپ خود سوچیں کہ ایک آدمی گناہ تو کرے پچاس ساٹھ سال لیکن اُسے سزا ملے اتنی لمبی جو کبھی ختم ہونے میں ہی نہ آئے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ میں نے کہا، یعنی آپ کا بھی یہی عقیدہ ہوا۔ وہ کہنے لگا بالکل! اس بات میں بھلا کیا شبہ ہے؟ اچھا اگر ہم غلط ہیں تو آپ ہی ہمیں سمجھا دیں ہم کیسے غلط ہیں؟

میں نے اس سے گزارش کی اب میں آپ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ براہِ مہربانی مسلمان ہوجائیں۔ اس نے میری دعوت کو بے تکا سا جانا، اُسے ہماری سابقہ گفتگو اور اس دعوتِ اسلام میں کوئی ربط سمجھ نہیں آرہا تھا۔ جو کچھ اس کے چہرہ سے عیاں تھا وہی کچھ آخر اس کی زبان پہ بھی آگیا۔ وہ کہنے لگا مجھے آپ کی

بات کی سمجھ نہیں آرہی۔ آپ کی اس بات کا ہماری اب تک کی گفتگو سے کیا تعلق ہے؟ میں نہیں جان سکا آپ کس بنیاد پر مجھے مرزائیت سے تائب ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں؟ اپنی جگہ وہ بھی صحیح کہہ رہا تھا۔ اگر واقعی اُسے بات سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو وہ مرزائی ہی کیوں ہوتا۔ خیر میں نے اُسے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی کہ اگر آپ مرزائی کے مرزائی رہیں تو اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ آپ کی نجات ہو جائے گی (یہ احتمال مرزائیوں کے نزدیک ہے) اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ کی نجات نہیں ہوگی، کبھی بھی نہیں ہوگی، ہزاروں لاکھوں سال گزر جائیں گے لیکن آپ کو ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہی بھگتنا ہے کبھی بھی چھٹکارا نہیں۔ اور دوسری صورت میں یعنی اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو آپ کی نجات یقینی ہے۔ اس کے علاوہ (یعنی آپ کی نجات نہ ہو اِس کا) کوئی احتمال ہے ہی نہیں۔ ہمارے نزدیک تو اس لیے کہ چونکہ آپ مسلمان ہو چکے ہوں گے اور مسلمان کی بہر حال نجات ہو ہی جانی ہے، لہٰذا آپ کی نجات بھی ہو جائے گی اور مرزائیوں کے نزدیک اگرچہ آپ اب کافر ہو جائیں گے لیکن آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو کافر کی بھی بخشش ہو جانی ہے اور اس نے بھی جنت میں چلے ہی جانا ہے جیسا کہ مرزا محمود نے لکھا ہے اور آپ بھی اس سے متفق ہیں سو آپ کو اپنی نجات سے غرض ہونی چاہیے اور مسلمان ہونے کی صورت میں ہر دو فریق کے نزدیک آپ کی نجات یقینی ہے سو آپ اپنی نجات کو یقینی کیوں نہیں بناتے۔ آپ خود سوچیں کہ میں آپ کو جو دعوتِ اسلام دے رہا ہوں تو کیا یہ بے جا ہے؟ اس میں آپ کا فائدہ ہے، سراسر فائدہ، نجات ہے یقینی نجات، سو فیصد جنت کی ضمانت۔ اس کے علاوہ کوئی احتمال ہے ہی نہیں۔ آپ پھر غور کریں پہلی صورت میں نجات ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی لیکن دوسری صورت میں ہر دو فریق کے نزدیک یہ طے شدہ بات ہے کہ آپ کی نجات ہونی ہی ہونی ہے۔ افسوس! وہ نہ تو مجھے کوئی جواب دے سکا اور نہ ہی دعوتِ اسلام کو قبول کرنے والا بنا۔

اس قوم کی فطرت بھی عجیب ہے ماننے پر آئے تو باریش مرزا کو عورت مان لے پھر عورت ماننے کے بعد اس کے حیض کا انکار کر دیں اور بچہ دانی کا اقرار کر لیں۔ بکنے پر آئیں تو یہ بھی بک دیں کہ (بقول مرزا) ایک دفعہ اس پر کشف کی حالت اُسے طاری ہوئی گویا کہ وہ عورت ہے اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳)۔ پھر ان صاحب یا صاحبہ کا حاملہ ہونا بھی ان کی سمجھ میں آجائے اور پھر اپنے ہی پیٹ سے اپنی پیدائش بھی ان کی عقل میں آجائے اور نہ ماننے پر آئیں تو دو اور دو چار کی طرح کی واضح بات کو نہ مانیں۔

میں عرض کروں کہ مرزائیوں کا یہ ایسا احمقانہ اصول ہے کہ اس کو تسلیم کر لینے کے بعد مرزائی کسی کافر کی کفر کی طرف دی گئی دعوت کو بھی ٹھکرانے کے قابل نہیں رہ جاتے۔ اگر کوئی عیسائی انہیں ایسے ہی ملزم گردانتے ہوئے عیسائیت کی دعوت دے تو بھلا وہ کیسے جواب دے سکتے ہیں۔ اگر کوئی یہودی، ہندو، سکھ، آریہ، بدھ مت غرضیکہ دہریہ بھی انہیں اپنے مذہب کی دعوت دے تو اس اصول کی بناء ان کا منہ بند کا بند ہی رہے گا۔

اختتامِ مضمون سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک شبہہ کا ازالہ کر دیا جائے جو مرزائی احباب موقعہ بے موقعہ پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ ''بریلوی حضرات دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں، دیوبندی حضرات بریلویوں کو اور یہ دونوں اہلِ حدیثوں کے بارے میں بھی ایسا ہی خیال رکھتے ہیں اور اہلِ حدیث حضرات کا مطمحِ نظر ان دونوں کے متعلق بھی کچھ ایسا ہی ہے''۔ ممکن ہے کسی کو یہاں بھی ایسا ہی شبہہ گزرے کہ میں کچھ بھی ہو جاؤں پھر بھی فتوؤں کی زد سے تو باہر نہیں ہو جاؤں گا۔

سو میں گزارش کروں کہ بریلوی حضرات دیوبندی اور اہلِ حدیث حضرات کو جو کافر کہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں گستاخ ہیں لیکن یہ دونوں ان کے اس الزام کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تو جو شخص نبی پاک ﷺ کے بال مبارک کی توہین کرے وہ بھی کافر ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت اعلیٰ وارفع ہے۔

کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضور تو حضور (ﷺ) ہیں ہمارے نزدیک تو جو شخص صرف اتنا کہے کہ مدینہ کی دہی کھٹی ہے وہ بھی قابلِ مواخذہ ہے۔

اسی طرح یہ دونوں فریق اس بات کے مدعی ہیں کہ بریلوی حضرات شرک کرتے ہیں لیکن وہ سو سو بار اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، سو اگر لزوم ہو تو بھی تو اس کا التزام نہیں پایا جاتا۔

لیکن دوسری طرف دیکھیے ہم جو کہتے ہیں ''مرزا مدعی نبوت تھا۔ مرزائی اسے نبی مانتے ہیں۔ رسول تسلیم کرتے ہیں۔ مسیح موعود لکھتے ہیں'' تو اس کے جواب میں مرزائی حضرات انکار نہیں کرتے بلکہ اقرار کرتے ہیں۔ سو اب یہ محض الزام نہیں رہا بلکہ اقرارِ جرم ہے۔ اب مرزائی حضرات کی حیثیت ملزم کی نہیں رہی بلکہ مجرم کی ہو گئی ہے۔ مرزائی حضرات غور کریں کیا دونوں معاملات کی نوعیت ایک جیسی ہے؟ جب نوعیت ایک جیسی نہیں تو حکم کیسے

ایک جیسا ہوسکتا ہے۔ میں آخر میں ایک بار پھر مرزائی حضرات سے عرض پردَاز ہوں کہ براہِ مہربانی وہ غور فرمائیں عقل وفہم سے کام لیں، دوزخ کا عذاب بڑا سخت ہے اُس سے بچنے کی سعی کریں۔ اور انہیں ہماری (تمام مسلمانوں کی) اس دعوت کو جس کو مان لینے کی صورت میں ہر دو فریق کی طرف سے یک زبان ہو کر انہیں بخشش ومغفرت کا اور جنت کا پیام مل رہا ہے ضرور بالضرور قبول کر لینا چاہیے۔ ہماری دُعا ہے کہ یہ لوگ مسیلمہ پنجاب سے منہ موڑ کر دامن مصطفوی سے وابستہ ہو جائیں۔ وماعلینا الا البلاغ

وفیات

جناب حاجی حمید اسلم صاحب ایس۔ڈی۔او انہار کے بہنوئی جناب محمد اکبر صاحب سُلہری ۵؍جنوری کو اچانک حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون . اہل ادارہ حاجی عبدالحمید اسلم صاحب وپسماندگان کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو، آمین۔

۲۹؍جنوری کو صوبہ سرحد سخا کوٹ میں جناب محمد عاصم صاحب کا کاخیل کی خوش دامن صاحبہ طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون . اہل ادارہ جناب محمد عاصم صاحب کا کاخیل وپسماندگان کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں اور دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائیں اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو، آمین۔

جملہ مرحومین کے لیے جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اہم اعلان

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اور جامعہ مدنیہ قدیم و جامعہ مدنیہ جدید کی سرپرستی میں

fahmedeen.com

کے نام سے انٹرنیٹ (Internet) پر ایک ویب سائٹ جاری کی گئی ہے۔ اس ویب سائٹ پر آپ کو مختلف پروگرام ملیں گے :

۱۔ عقائد، اصول اور مسائل کے اہم موضوعات پر تفصیل

۲۔ تفسیر اور حدیث کے اہم اقتباسات

۳۔ موجودہ وقت کے ضروری مسائل

مندرجہ بالا تینوں پروگرام کے کچھ حصے Upload ہو چکے ہیں اور باقی پر کام جاری ہے۔ جتنا کام ہو چکا ہے لوگ اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

۴۔ آپ کا سوال ہمارا جواب

اس کے لیے ہمارا نیا ای میل ایڈریس یہ ہے fatwa@fahmedeen.com

جبکہ fatwa_abdulwahid1@hotmail.com پر آپ کے سوالات کا جواب دینے کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔

۵۔ ہمارا ارادہ ہے کہ Internet پر ''فہمِ دین کورس'' باقاعدہ کرایا بھی جائے اس کے لیے ضروری کام کیا جا رہا ہے انشاء اللہ جلد شروع کریں گے۔

یاد رکھیے! جامعہ مدنیہ (قدیم وجدید) علمی اعتبار سے ایک مستند اور معیاری ادارہ ہے اور انٹرنیٹ یا ای میل پر اس کی کسی بھی پیشکش کو آپ انشاء اللہ معیار اور استناد میں مضبوط ہی پائیں گے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کیجیے

۱۔ مولانا سید محمود میاں صاحب ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون : +92-333-4249301 , +92-42-7726702

jmj786_56@hotmail.com

۲۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ''جامعہ مدنیہ'' کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون : +92-300-4113082 , +92-42-7461854

fatwa_abdulwahid1@hotmail.Com

نفیس بُک بائنڈرز

ہمارے یہاں ''ڈائی دار اور لیمینیشن والی جلد'' بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی ''بکس والی جلد'' بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے۔ ہمارے یہاں رَوتا مشین پر ''کلر پرنٹنگ'' (ٹائٹل وغیرہ کی چھپائی) کا کام بھی دیدہ زیب اور بازار سے رعایتی نرخ پر کیا جاتا ہے۔

مناسب نرخ پر معیاری جلد سازی اور طباعت کے لیے رجوع فرمائیں

6/ 16 ٹیپ روڈ نزد مین گیٹ گھوڑا ہسپتال لاہور

پروپرائیٹر : محمد سلیم و محمد ندیم

موبائل نمبر : 0300-9464017 , 0300-4293479

فون نمبر : 042-7322408

دینی مسائل

اقامت کے مسائل :

مسافر کے لیے مقیم ہونے اور پوری نماز پڑھنے کی پانچ شرطیں ہیں۔

(۱) اقامت کی نیت کرنا۔

(۲) ایک ہی مقام پر برابر پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت ہو۔

(۳) اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو کسی کا تابع نہ ہو۔

(۴) چلنا موقوف کردے۔

(۵) جہاں ٹھہرنے کی نیت ہو وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یعنی شہر یا بستی ہو۔ اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد جزیرے میں ٹھہرنے کی نیت ہو تو صحیح نہیں۔

مسئلہ : اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گیا تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہ برابر مسافر رہے گا۔ چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب وہ مسافر نہیں رہا پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی مسافر نہ بنے گا۔ نمازیں پوری پوری پڑھے۔ پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل یعنی اڑتالیس میل ہو جہاں جانا ہے تو پھر مسافر ہو جائے گا اور جو اِس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوا۔

مسئلہ : راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔ دس دن یہاں پانچ دن وہاں لیکن پورے پندرہ دن ٹھہرنے کا کہیں ارادہ نہیں تب بھی مسافر رہے گا۔

مسئلہ : کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر دو مقام میں اور ان دو مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کی اذان کی آواز (لاؤڈ سپیکر کے بغیر) دوسرے مقام پر نہ جا سکتی ہو تو اس صورت میں وہ مسافر ہی شمار ہوگا۔ اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہو مثلاً دس روز لاہور میں رہنے کا ارادہ ہو اور پانچ روز رائیونڈ میں جو لاہور سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے تو اِس صورت میں وہ بطریق اولیٰ مسافر ہی شمار ہوگا۔

اگر اُوپر والے مسئلہ میں ایک مقام سے اس قدر قریب ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جا سکتی

ہے تو وہ دونوں مقام ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے مقیم سمجھا جائے گا۔

مسئلہ : اگر اُوپر والے مسئلہ میں رات کو ایک ہی مقام میں رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں تو بشرطیکہ وہ اڑتالیس میل سے کم فاصلہ پر ہو تو جس مقام میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اُس کا وطنِ اقامت ہو جائے گا وہاں اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی، مثلاً کوئی مسافر لاہور میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے لیکن اس طرح سے کہ رات تو لاہور میں گزارتا ہے اور دن میں رائیونڈ چلا جاتا ہے تو وطنِ اقامت ہونے کی وجہ سے لاہور میں پوری نماز پڑھے گا اور رائیونڈ میں بھی پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ لاہور سے صرف پچیس میل کے فاصلہ پر ہے جو اڑتالیس میل سے کم ہے۔

مسئلہ : تین منزل چل کر کہیں پہنچا تو اگر وہ اپنا شہر ہے تو مسافر نہیں رہا چاہے کم رہے یا زیادہ اور اگر اپنا شہر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہا۔ اب نمازیں پوری پوری پڑھے اور اگر نہ اپنا شہر ہے نہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر ہی رہے گا۔

مسئلہ : مسلمانوں کا لشکر اگر جنگل میں پڑاؤ کرے اور خیمے لگائے اور پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوں گے۔

مسئلہ : جن لوگوں کی بود و باش ہمیشہ جنگلوں اور ویرانوں میں ہو وہ جہاں رہتے ہیں وہیں مقیم ہیں اگرچہ وہ اپنی جائے قیام کو کچھ کچھ فاصلہ پر بدلتے رہتے ہوں۔ لیکن جب وہ اپنی جائے قیام سے ایک ساتھ مسافت سفر پر جانے کی نیت کریں تو وہ مسافر ہو جائیں گے اور کسی ایسی جگہ پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت سے مقیم ہو جائیں گے جہاں کم از کم پندرہ دن کے لیے پانی اور گھاس دستیاب ہو۔

مسئلہ : کشتی اور جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں جب تک اس کے کھڑے ہونے کی جگہ آبادی سے متصل نہ ہو۔

مسئلہ : جب حج کو جانے والے لوگ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اور وہاں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کریں تو اقامت صحیح نہیں کیونکہ وہ حج کے لیے منی و عرفات تو ضرور جائیں گے لہٰذا اقامت کی نیت صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ : اگر اسلامی لشکر نے دارالحرب میں کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کیا یا دارالاسلام میں باغیوں کا محاصرہ

ایسی جگہ کیا جو شہر و بستی نہ ہو تو اقامت کی نیت صحیح نہیں کیونکہ اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہاں ٹھہرنا ہوگا یا وہاں سے فرار کرنا پڑے گا۔

مسئلہ : اگر کوئی تاجر کسی شہر میں اپنی حاجت کے واسطے داخل ہو اور حاجت پوری کرنے کے لیے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے لیکن ساتھ میں یہ ارادہ ہے کہ اگر اس مدت کے دوران ہی ضرورت پوری ہوگئی تو واپس چلا جائے گا تو اس کی اقامت کا اعتبار نہیں اور وہ نماز قصر پڑھے گا۔

مسافر اور مقیم کی امامت واقتداء کے مسائل :

مسئلہ : مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضاء۔ اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اپنی نماز کو اُٹھ کر پورا کرے اور اس میں قرأت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اس لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اُولیٰ اس مقتدی پر بھی امام کی متابعت کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے کے قبل بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کردے۔

مسئلہ : مسافر بھی مقیم کی اقتداء کرسکتا ہے مگر وقت کے اندر اور وقت جاتا رہے تو فجر اور مغرب میں کرسکتا ہے اور ظہر، عصر، اور عشاء میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت گزرنے کے بعد جب مسافر مقیم کی اقتداء کرے گا تو امام کی اتباع میں یہ بھی پوری چار رکعت پڑھے گا اور امام کا قعدہ اُولیٰ فرض نہیں ہوگا جبکہ مسافر کا فرض ہوگا۔ لہٰذا فرض پڑھنے والے کی اقتداء غیر فرض والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں جبکہ وقت کے اندر یہ بات نہیں ہے کیونکہ وقت کے اندر اقتداء کی وجہ سے مسافر کے ذمے بھی چار رکعت فرض ہوجاتے ہیں وقت گزرنے کے بعد یہ حکم نہیں ہوتا۔

مسئلہ : اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے ظہر، عصر یا عشاء کی نماز میں آخری قعدہ میں آکر ملا ہو تب بھی وہ چار رکعتیں پڑھے گا۔

نماز کے اندر نیت بدلنے کے مسائل :

مسئلہ : اگر کوئی مسافر حالتِ نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان میں یا اخیر میں، مگر سلام سے پہلے یا سجدہ سہو واجب ہو تو اس سے پہلے، تو اُس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے اس میں قصر جائز نہیں۔ اور

اگر سجدہ سہو یا سلام کے بعد نیت کی ہو تو یہ نماز قصر ہی ہوگی ۔ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں نہیں ہوتا۔

متفرقات :

مسئلہ : نماز کا وقت ہو جائے تو ہوائی جہاز میں بھی کوشش کر کے نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور قبلہ رُخ ہونے کا اہتمام کرے۔ ہوائی جہاز میں بھی اتنی جگہ ہوتی ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور قبلہ کا رُخ عملہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ : دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو اسی کشتی پر نماز پڑھ لے۔اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومنے لگے تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ : ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنا درست ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومے یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ : نماز پڑھتے میں ریل پھر گئی اور قبلہ دوسری طرف ہو گیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر لے۔اگر قبلہ معلوم ہونے کے باوجود نہیں گھومایا گھومنے کی جگہ نہیں تھی تو نماز دوبارہ پڑھے۔البتہ اگر نماز پوری ہونے کے بعد ریل گھومنے کا علم ہوا تو نماز صحیح ہو چکی۔

مسئلہ : اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہو گئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر، عشاء کی دو ہی رکعتیں قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔ (جاری ہے)

حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جدید ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتہ کو عصر کی نماز کے بعد بمقام A-537 فیصل ٹاؤن نزد جناح ہسپتال مستورات کو حدیث شریف کا درس دیتے ہیں۔خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے۔ (ادارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔

الحمد للہ حضرت اقدس مولانا سیّد اسعد مدنی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ۷ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ/ ۱۱ جون ۲۰۰۰ء کو اپنے دستِ مبارک سے ''مسجد حامد'' اور ''جامعہ مدنیہ جدید'' کا سنگِ بنیاد رکھ کر اِس کی باقاعدہ تعمیر کا آغاز کردیا ہے۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔

اس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر پانچ ہزار روپے لاگت آئے گی حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اراکین اور خدام جامعہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے لیے

1۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

2۔ سیّد محمود میاں جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 092 - 7703662 - 42 - 092

موبائل نمبر 4249301 - 0333

اکاؤنٹ نمبر جامعہ مدنیہ جدید (7915-0) مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور

اکاؤنٹ نمبر مسجد حامد (1046-1) مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ لاہور